عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کا ترجمان
ہفت روزہ

ختم نبوۃ

انٹرنیشنل
جلد نمبر ۱۳ ۰ شمارہ نمبر: ۴۴
KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

عازمین حج کیلئے
اہم معلومات اور مفید مشورے

مرزا قادیانی
اور
علامات مسیح ابن مریم

حیات مسیح ابن مریم

نعت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

خدا کے بعد صاحب سب زمانوں سب جہانوں کا
قبالہ نام ہے جس کا مکانوں' لامکانوں کا

زباں ہر دل کی سمجھے وہ زباں دان ہمہ عالم
لب اظہار ساری بے نواؤں بے زبانوں کا

بنایا جس نے انسانوں کو افراد ایک ہی گھر کے
مٹایا جس نے سب بیجا تفاخر خاندانوں کا

کرے خون جگر سے آبیاری کشت ویراں کی
مزاج اس کو مشیت نے دیا ہے باغبانوں کا

دیا توحید کا پیغام اس نے بت پرستوں کو
کیا تبدیل رخ اس نے دلوں کے بادبانوں کا

رہیں رطب اللسان ہر آن اس کی شان میں شاعر
وہ موضوع سخن ہے نغز گویوں خوش بیانوں کا

عبدالعزیز خالد

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ ختم نبوۃ کراچی انٹرنیشنل

KHATME NUBUWWAT
(AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE)

جلد نمبر ۱۳ ○ شمارہ نمبر ۴۴ ○ بتاریخ ۱۷ر ذیقعدہ تا ۲۳ر ذیقعدہ ۱۴۱۵ھ ○ بمطابق ۱۴ر اپریل تا ۲۰ر اپریل ۱۹۹۵ء

اس شمارے میں

۱۔ نعت	
۲۔ اداریہ	۳
۳۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت مختصر جائزہ	۶
۴۔ کراچی کے موجودہ حالات۔ علماء کی ذمہ داریاں	۸
۵۔ مرزا قادیانی اور علامات مسیح	۱۰
۶۔ عازمین حج کے لئے لازم معلومات اور مفید مشورے	۱۳
۷۔ اسلام اور سیکولرزم	۱۵
۸۔ حیات مسیح ابن مریم	۱۹
۹۔ مفکر احرار چوہدری افضل حق	۲۲
۱۰۔ نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے	۲۳
۱۱۔ صیہونیت۔ ایک خطرناک یہودی تحریک	۲۴

سرپرست
حضرت مولانا خواجہ خان محمد زید مجدہ

مدیر اعلیٰ
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی

مدیر مسئول
عبدالرحمٰن باوا

مجلس ادارت
مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری
مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر
مولانا اللہ وسایا • مولانا منظور احمد الحسینی
مولانا محمد جمیل خان • مولانا سعید احمد جلالپوری

مرتب
حسین احمد نجیب

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

تزئین
خوشی محمد انصاری

رابطہ دفتر
جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ) پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ کراچی فون 7780337

مرکزی دفتر
حضوری باغ روڈ ملتان فون نمبر 40978

بیرون ملک چندہ
امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا ۱۴۰ ڈالر
یورپ اور افریقہ ۷۰ ڈالر
متحدہ عرب امارات وانڈیا ۱۵۰ ڈالر
چیک / ڈرافٹ بنام ہفت روزہ ختم نبوت
الائیڈ بینک جوری ٹاؤن برانچ اکاؤنٹ نمبر ۲۰۴۳
کراچی پاکستان ارسال کریں

اندرون ملک چندہ
سالانہ ۱۵۰ روپے
ششماہی ۷۵ روپے
سہ ماہی ۳۵ روپے
فی پرچہ ۳ روپے

LONDON OFFICE:
35 STOCKWELL GREEN
LONDON SW9 9HZ U.K.
PHONE: 071-737-8199.

پبلشر: عبدالرحمٰن باوا ○ طابع: سید شاہد حسن ○ مطبع: القادر پرنٹنگ پریس ○ مقام اشاعت: ۱۴۳ پیر ڈلائن کراچی

سرفروشان ختم نبوت وجاں نثاران ناموس رسالت!

یہ ایک واضح حقیقت اور پکی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین اسلام قیامت تک اپنی اسی اصلی شکل وصورت میں تابندہ وپائندہ رہے گا جو چودہ سو سال پہلے تاجدار ختم نبوت آقائے دوجہاں ﷺ حجۃ الوداع کے عظیم مجمع صحابہ کرام میں امت کے سپرد فرماگئے تھے۔ تاریخ انسانی اس پر شاہد ہے کہ صحابہ "کرام" نے اس پسندیدہ الٰہی "دین اسلام" کی نہ صرف حفاظت کا فریضہ باحسن انجام دیا بلکہ چاردانگ عالم میں اس دین اسلام کا پیغام پہنچانے اور اس کو غالب کرنے اور رکھنے میں نہ اپنی جانوں کی پرواہ کی اور نہ مال کی محبت کو قریب پھٹکنے دیا۔

رحلت نبی ﷺ کے فوراً بعد پورے جزیرۃ العرب میں شیطانی گماشتوں اور طاغوتی لشکروں نے دین اسلام کو مٹادینے کے جذبہ باطل کو اس حد تک انگیخت کیا کہ مدینتہ الرسول کو ان طاقتوں سے محفوظ رکھنے کا سوال پیدا ہوگیا۔ مگر طاغوتی طاقتیں فیصلہ خداوندی کے اس اعلان سے غفلت کا شکار تھیں کہ هوالذی ارسل رسولہ بالهدٰی ودین الحق لیظهره علی الدین کلہ ولو کره المشرکون رسول اللہ ﷺ کی رسالت تاقیامت رہنے والی ہے۔ ہدایت اور دین حق (اسلام) بھی تاقیامت اپنی اصلی شکل وصورت میں باقی رہیں گے۔ مختصر دور صدیقی نے خطبہ اسلام کی حقانیت کو لوح تاریخ پر انمٹ حروف میں نقش دوام عطا کردیا۔ دور فاروقی اور پھر دور عثمانی میں جزیرۃ العرب سے باہر نکل کر اس وقت کی دو سپر طاقتوں کو غلبہ اسلام کی حقیقت کے سامنے سرنگوں کردیا گیا۔ عہد اموی میں براعظم ایشیا اور براعظم افریقہ کے وسیع ترین خطہ ارض کے ساتھ اسپین پر بھی غلبہ اسلام کے نقوش ثبت کردیئے گئے۔

طاغوتی طاقتوں نے غلبہ اسلام کے خلاف ہر دور میں ریشہ دوانیوں اور سازشوں کے تانے بانے بننے کی کوشش کی۔ کفر کی آندھیاں اٹھیں۔ بظاہر ایسے حالات پیدا کردیئے گئے کہ اب غلبہ اسلام ایک خواب ہوکر رہ جائے گا۔ مگر وراثت انبیاء کے حاملین علماء کرام کی مساعی جمیلہ مشکل ترین حالات سے گذر کر بھی غلبہ اسلام کی بین حقیقت دنیا کے سامنے پیش کرتی رہیں۔ عباسی خلافت میں فتنہ خلق قرآن کے بعد سب سے بڑا فتنہ مغلیہ سلطنت کی قوت کے ذریعہ اباحیت پسندی پر مبنی شہنشاہ اکبر کے "دین الٰہی" کی شکل میں سامنے آیا۔ مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے سرہند کے چھوٹے سے قصبہ میں بیٹھ کر قوت شہنشاہی سے تیار کئے گئے اکبری دین الٰہی کے تار عنکبوت بکھیر کر رکھ دیئے۔

انگریزوں نے تاجرانہ بھیس میں بڑی عیاری کے ساتھ برصغیر ہند پر سیاسی تسلط حاصل کرلیا۔ اس وقت علماء کرام حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی رحمہ اللہ کی قیادت میں منظم انداز میں پہلی مرتبہ سیاسی وفوجی میدان میں اترے۔ تھانہ بھون میں اسلامی حکومت کا مرکز قائم ہوگیا۔ لیکن شاملی کے محاذ پر شکست نے برصغیر میں انگریزوں کے قدم مضبوط کردیئے۔ انگریزی قوت کے زیر سایہ عیسائی پادریوں کی انتہائی تربیت یافتہ جماعت برصغیر کے مسلمانوں میں غلبہ عیسائیت کے لئے بھیجی گئی۔ سیاسی وفوجی قوت ہاتھ سے چلے جانے کے بعد علماء امت نے غلبہ اسلام کے لئے دوسرا طریق کار اختیار کیا۔ ایک طرف عیسائی پادریوں سے علمی مقابلے کے لئے انگریزی جرمن اور عربی زبان کے ماہرین کی جماعتیں تیار کی گئیں جو عیسائی پادریوں سے "مناظروں" کے عنوان سے مقابلہ کرتیں۔ اس طریق عمل کا یہ نتیجہ سامنے آیا کہ عیسائیت کے غلبہ کا خواب دیکھنے والے عیسائی پادری مسلمان علماء کے دلائل کے سامنے ذلیل وخوار ہوکر ناکام ونامراد لوٹ گئے۔

دوسری طرف مدرسہ دیوبند کی بنیاد ڈالی گئی جس کے تحت صرف پچاس سال کے عرصہ میں شہر شہر قریہ قریہ دینی مدارس کا آہنی جال بچھادیا گیا۔ جس سے دو بڑے مقاصد حاصل ہوئے اول مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت کے مضبوط قلعے تعمیر ہوگئے۔ دوسرے دینی علوم ومعارف اپنی اصلی شکل وصورت کے ساتھ نہ صرف محفوظ ہوگئے بلکہ اشاعت پذیری کا عمل جاری ہوگیا۔ غلبہ اسلام کے لئے یہ طریق کار ایسا مضبوط اور مستحکم ثابت ہوا کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال سے انگریز اور اس کے پروردہ غداران دین وملت اس کو جڑ بنیاد سے اکھاڑ دینے کے لئے مسلسل ناکام کوششوں میں مصروف ہیں۔ دین واخلاق سے عاری کردینے والا تعلیمی نظام۔ خودرائی پر مبنی مزعمی گروہوں کا ابھار جنہوں نے علماء امت کو لاحاصل اور لاطائل مذہبی مناظروں میں الجھادینے کی بھرپور کوشش کی۔ اللہ کے فضل سے علماء امت نے ان گروہوں کے سامنے ایک ایک دستہ فوج کھڑا کردیا جس نے ان تمام مذہبی گروہوں کا دلائل سے ناطقہ بند کرکے ان کے ضد وعناد کو طشت ازبام کردیا۔ اس طرح عیار دشمن علماء کو غلبہ

اسلام کے اصلی کام سے ہٹانے میں ناکام ہو گیا تب اس نے ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھنے کے لئے قادیان ضلع گورداسپور کے اپنے پرانے نمک خوار اور غدار دین و ملت خاندان کے ایک نیم پاگل شخص کو مسیلمہ کذاب کا جانشین بنانے کے لئے تیار کر لیا اور یہ مرزا غلام احمد قادیانی ولد مرزا غلام مرتضیٰ قادیانی کی ذات تھی۔ انگریزی سیکوریٹی اور نشریاتی ذرائع سے اس کی تشہیر و بقاء کا انتظام کیا گیا۔ علماء امت کو اس زقوم کی خبر ہوئی تو یہ آکاش بیل کی مانند انگریزی تعلیم یافتہ طبقے میں اپنی شاخیں پھیلا چکا تھا۔ پہل علماء امت نے دلائل سے اس کو سمجھانے کی کوشش کی۔ لیکن جب اس کی عیاری اور کج روی کی حقیقت کھلی تو اب امت کے ایمان کی حفاظت کی فکر پیدا ہوئی تب حضرت مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کو امیر شریعت مقرر کر کے تحفظ ختم نبوت کے کام کو شروع کیا گیا۔

اس کا طویل تاریخی پس منظر ہے۔ حالات کی تبدیلی کے ساتھ اکابر امت اپنے طریق عمل میں لچک پیدا کرتے رہے۔ سنہ ۱۹۷۴ء میں ایک مرحلہ طے ہوا کہ ریاستی طاقت کے زور پر جس گروہ کو ملت اسلامیہ میں شامل رکھا گیا تھا قانونی طور پر جسد ملت سے اس ناسور کو کاٹ کر الگ کر دیا گیا لیکن یہ حقیقت ہے کہ یہ ناسور موجود ہے اور انگریز اور اس کے حواری اس ناسور کو خون مہیا کر کے باقی رکھنے کی بھرپور کوشش میں مصروف ہیں۔ ہمارے ملک کا سیاسی نظام انگریزی دور کے تسلسل پر مبنی ہے۔ انگریزوں کی جگہ ہمارے حکمرانوں کا قبلہ امریکہ پہنچ گیا ہے اور وہ انگریزوں کی رہنمائی میں اپنے نمک خواروں کے ذریعہ "غلبہ اسلام" کے کام کو ختم نہ کر سکنے پر تیخ پا ہو رہا ہے۔ اسلام کے ماننے والوں کو "بنیاد پرست" کی گالی دے کر ان کو دہشت گرد قرار دے چکا ہے۔ اور "بنیاد پرست دہشت گردوں" کو ختم کرنے کے لئے ہر اخلاقی معیار روند ڈالنے کا دباؤ اپنے نمک خواروں پر بڑھا رہا ہے۔ اور وہ اس سے مدد کی اپیلیں کر رہے ہیں۔ اردن' الجزائر اور مصر سمیت کئی مسلمان ملکوں میں مسلمانوں کو بزور سنگین ختم کر ڈالنے کی کارروائیاں بڑے منظم پیمانے پر جاری ہیں۔ پاکستان میں اس کے منصوبے تیار ہو رہے ہیں۔ سرفروشان ختم نبوت اور جان نثاران ناموس رسالت کی ذمہ داریاں بڑھ گئیں ہیں۔ ذرا سی غفلت اور مصلحت کوشی صدیوں پیچھے دھکیل سکتی ہے۔ اس وقت سب سے پہلا کام امت کے مختلف طبقوں کو "تحفظ ختم نبوت" کے نقطہ اتحاد پر یکجا کرنے کا ہے۔ اپنے شہر اور علاقے میں عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مراکز قائم کیجئے۔ جن کو رابطہ دفتر قرار دے کر ہر شعبہ زندگی سے متعلق افراد کو وقتاً فوقتاً جمع کر کے تکمیل مقصد کے لئے مشاورت کا طریق اپنایئے۔ اسکول کالج یونیورسٹی اور دینی مدارس کے اساتذہ اور طلباء سے لے کر تمام مسلمانوں سے ربط کو مضبوط کر کے اپنے علاقے میں تربیتی نشستیں قائم ہونی چاہئیں۔ اپنے علاقے میں قادیانیوں کی ارتدادی سرگرمیوں کے ساتھ عیسائی مشنریوں کی کارگردگی پر بھی نگاہ رکھئے۔ بنگلہ دیش میں عیسائیوں کے خلاف کسی بھی نوعیت کی بات کرنے اور لکھنے کو قانونی جرم قرار دیا جا چکا ہے۔ نظم اور رابطے کا یہ پہلا مرحلہ ہے جو آئندہ کام کی راہیں متعین کرے گا۔ اسلام زندہ رہے گا غالب رہے گا۔ یہ ہمارے لئے سعادت اور خوش نصیبی کی بات ہے کہ اس کے لئے ہمیں قبول کر لیا جائے۔

توہین رسالت کے مجرم یا وی آئی پی

پنجاب حکومت خدا کے غضب کو دعوت دے رہی ہے

میانوالی سینٹرل جیل میں توہین رسالت کے جرم میں بند تھانہ پپلاں کے محمود احمد' بشارت احمد' مشتاق احمد اور قمر احمد قادیانی بدبختوں کو وی آئی پی بنا کر رکھا ہوا ہے۔ ہماری اطلاع کے مطابق جیل انتظامیہ ان کی مکمل سرپرستی کر رہی ہے۔ یہ بدبخت جیل میں قید سادہ لوح مسلمانوں کو مختلف طریقوں سے ایمان سے محروم کر کے قادیانیت کی تبلیغ میں مصروف ہیں۔ وزیر اعلیٰ پنجاب میاں منظور وٹو اور گورنر پنجاب الطاف حسین خود کو مسلمان کہتے ہیں اور نبی آخر الزمان ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان کے دعویدار ہیں مگر ان کی حکومت پنجاب کے مختلف علاقوں خصوصاً" ضلع اوکاڑہ میں منظور وٹو کے والد اور بیٹے قادیانیت کی تبلیغ میں کھلے عام مصروف ہیں۔ جیل میں قیدیوں کو اپنے جرائم پر نادم ہو کر توبہ و استغفار کی طرف راغب کرنے کا اہتمام کرنے کے بجائے سرکاری سرپرستی میں ایمان سے محروم کر دینے کی ایسی کارروائیاں انتہائی تشویشناک ہیں۔ یقیناً" جیل انتظامیہ میں قادیانی افسر موجود ہیں۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ اور گورنر صاحب کو اس طرف فوری توجہ کرنا ضروری ہے۔ پہلی فرصت میں جیل کے سپرنٹنڈنٹ اور دیگر عملہ کو برطرف کر کے توہین رسالت کے مجرموں کی سرپرستی کے جرم میں مقدمہ درج کیا جائے اور اسی جیل میں بند کر کے عدالت میں توہین رسالت کے مجرموں کی معاونت کا چالان پیش کر کے قرار واقعی سزا دی جائے بصورت دیگر یہ غفلت قہر خداوندی اور خدا کے غضب کو دعوت دینے مترادف ہے۔ ہماری گذارش ہے کہ وزیر اعلیٰ اور گورنر پنجاب اپنے ساتھ پوری حکومت کو اس قہر و غضب کا نشانہ بننے سے بچانے کی فکر کریں۔

مولانا محمد جمیل خان

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

مختصر جائزہ

○ نبی اکرم ﷺ کی بحیثیت خاتم النبیین ﷺ اس دنیا میں تشریف آوری ہوئی۔

○ نبی اکرم ﷺ کی وفات کے بعد مسیلمہ کذاب پہلے جھوٹے مدعی نبوت کی حیثیت سے دنیا میں ظاہر ہوا۔

○ خلیفہ اول حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مسیلمہ کذاب کے خلاف جہاد کا اعلان کیا۔ اس جہاد میں مفسرین۔ محدثین۔ حفاظ قراء بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام شریک ہوئے ۹۰۰ اجل صحابہ کی شہادت ہوئی۔ مسیلمہ کذاب اپنے تیس ہزار لشکر کے ساتھ نیست و نابود جہنم رسید ہوا۔

○ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس عمل سے ثابت ہوا کہ نبی اکرم ﷺ سے نسبت خاص حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے کہ نبی اکرم ﷺ کے بعد ہر جھوٹے مدعی نبوت کے خلاف جہاد کیا جائے۔

○ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی اس سنت کو امت محمدیہ ﷺ نے ہر دور میں زندہ رکھا اور جب بھی کسی مدعی نبوت کی طرف سے جھوٹا دعویٰ کیا گیا امت نے اس ملعون کو جہنم رسید کیا۔

○ برصغیر میں انگریزی دور حکومت میں مرزا غلام قادیانی نامی شخص نے انگریزوں کی سرپرستی میں ۱۸۷۹ء میں مجددیت کا دعویٰ ۱۸۸۸ء میں بحیثیت مجدد کے لوگوں سے بیعت لینی شروع کی تو علماء لدھیانہ نے پہلے اس کے کفر کا فتویٰ جاری کیا پھر اس کفر کے فتویٰ کی برصغیر کے مفتی اعظم حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور دیگر تمام علماء حق دیوبند نے تصدیق و تصویب کی۔

○ علماء لدھیانہ نے ۱۸۸۸ء سے ہی اس فتنہ قادیانیت کی سرکوبی کے لئے جہاد کا آغاز کیا۔

۱۹۰۱ء میں مرزا غلام قادیانی نامی شخص نے مجدد و مسیح کے منصب سے اپنے آپ کو بلند کر کے نبوت کا دعویٰ کردیا اس نے کذاب نبیوں کی فہرست میں علی الاعلان شمولیت کا اعلان کردیا۔ علماء حق نے اس فتنہ کی بھرپور سرکوبی اور مسلمانوں کو فتنہ ارتداد سے بچانے کے لئے ہر علاقہ میں انفرادی سطح پر کام کا آغاز کیا۔ تحریری اور تقریری مناظروں کا سلسلہ دراز شروع ہوا۔ مرزا غلام قادیانی کو ہر محاذ پر شکست ہوئی۔ انگریز حکومت کی سرپرستی کی وجہ سے مرزا غلام قادیانی کے خلاف کام کرنے والوں پر جیلوں کے دروازے کھل گئے۔

۱۹۳۰ء میں محدث العصر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ نے اس فتنہ کی بڑھتی ہوئی سرگرمیوں اور اور مستقبل میں امت محمدیہ ﷺ پر اس کے مضر خطرات کو بھانپ کر فیصلہ کیا کہ علماء کرام اس کے خلاف اجتماعی بھرپور جدوجہد کریں تاکہ قیامت کے دن نبی اکرم ﷺ کی شفاعت نصیب ہو اور امت پر اس بات کی شمولیت نہ ہو کہ سنت صدیقی کی پیروی میں کوتاہی کی۔ انہوں نے تمام علماء کرام کو جمع کرکے امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری (رحمتہ اللہ علیہ) کے ہاتھ پر خود بھی بیعت کی اور تمام علماء کرام کو بیعت کرائی کہ وہ اپنی زندگیاں عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور قادیانیت کے قلع و قمع کے لئے وقف کردیں گے قادیانیت کے خلاف اجتماعی اور منظم جدوجہد میں آغاز مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری رحمتہ اللہ علیہ کے اس اقدام سے شروع ہوا۔ مجلس احرار اسلام جو برصغیر میں جدوجہد آزادی اور ملک کو انگریزوں کی غلامی سے نکالنے کی جدوجہد میں مصروف تھی اس کے شعبہ تبلیغ کے تحت کام شروع ہوا۔ قادیان سے لے کر برصغیر کے ایک ایک محلے میں مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔ مولانا محمد علی جالندھری۔ مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور دیگر تمام علماء کرام پھیل گئے اور اس فتنہ ارتداد کا راستہ روکنے کی جدوجہد میں شریک ہوگئے۔

۱۹۳۲ء میں بھاولپور کی ایک عدالت میں مقدمہ ہوا۔ مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری بذات خود تشریف لے گئے۔ مسلمانوں کو فتح ہوئی اور قادیانیوں کو اس عدالت نے غیر مسلم کی حیثیت سے تسلیم کرکے مسلمانوں سے ان کے نکاح کو فسخ قرار دیا۔

○ قیام پاکستان تک جدوجہد اسی انداز میں چلتی رہی پاکستان بننے کے بعد انگریزوں کے مکر و فریب سے قادیانیوں کو عہدے مل گئے وزیر خارجہ سر ظفر اللہ قادیانی کو بنادیا گیا ربوہ میں قادیانیوں کا مرکز بنادیا گیا۔ قادیانیوں کی طرف سے پاکستان کو اسلامی مملکت کے بجائے قادیانی مملکت بنانے کی تدبیریں ہونے لگیں۔ مجلس احرار سلام کے سیاسی موقف کی شکست کی وجہ سے قادیانیت کے خلاف جدوجہد بھی کمزور پڑگئی تھی اس صورت حال کے پیش نظر مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری نے فیصلہ کیا کہ اب سیاسی میدان کو چھوڑ کر صرف اور صرف عقیدہ ختم نبوت کی جدوجہد کا کام کیا جائے۔ ۱۹۲۹ء میں مجلس احرار اسلام کے اجلاس میں فیصلہ کیا گیا کہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے مجلس تحفظ ختم نبوت کے نام سے ایک مشترکہ پلیٹ فارم قائم کیا جائے اس طرح سنہ ۲۹ء میں یہ جماعت باقاعدہ تشکیل پائی۔ ۱۹۲۹ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ مرزا محمود نے اعلان کیا کہ سنہ ۵۲ گذرنے نہ پائے کہ پاکستان میں قادیانیت کی حکومت ہوجائے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت نے اس چیلنج کو قبول کیا۔ پہلے مرحلے میں بلوچستان کو قادیانی اسٹیٹ سے روکنے کی جدوجہد کی اور آخر کار سنہ ۵۲ میں تحریک ختم نبوت کا بھرپور اعلان کیا سول نافرمانی اور احتجاج کا عظیم سلسلہ شروع ہوا۔ ایک لاکھ سے زائد علماء کرام گرفتار ہوئے۔ صرف لاہور میں دس ہزار جانثاران ختم نبوت نے جام شہادت نوش کیا۔ ملک میں جزوی مارشل لا لگا۔ حکومت نے فوج کے ذریعہ تحریک کو دبایا لیکن قادیانی بھی پاکستان کو قادیانی اسٹیٹ بنانے میں کامیاب نہ ہوسکے گویا مجلس تحفظ ختم نبوت کو اگرچہ حکومت نے اپنے طور پر ختم کردیا لیکن وہ اپنے مشن اور مقصد میں کامیاب ہوگئی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک میں تمام دفاتر اور ریکارڈ حکومت نے قبضہ میں لے لیا تھا۔ تمام علما گرفتار ہوگئے تھے اس لئے جماعت کا کام نہ ہوسکا۔

۱۹۵۴ء میں رہائی کے بعد دوبارہ کام شروع ہوا اور مجلس شوریٰ کے انتخابات ہوئے۔ مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری امیر مولانا محمد علی جالندھری ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے پورے ملک میں قادیانیت کے خلاف جدوجہد منظم کرنے کے لئے دفاتر اور مدارس ختم نبوت قائم کئے گئے۔ خیبر سے کراچی تک سینکڑوں دفاتر اور سینکڑوں مبلغین نے جماعت کے پلیٹ فارم سے کام شروع کیا۔

۱۹۶۱ء میں مولانا محمد علی جالندھری امیر اور قاضی احسان احمد شجاع آبادی ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔

۱۹۶۲ء میں قاضی احسان احمد شجاع آبادی امیر اور مولانا محمد علی جالندھری ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔

۱۹۶۳ء میں مولانا محمد علی جالندھری امیر اور مولانا محمد حیات صاحب کو ناظم مقرر کیا گیا۔

۱۹۶۶ء میں سعودی عرب میں قادیانیوں کے داخلے پر پابندی عائد ہوئی۔

۱۹۷۱ء میں مولانا لال حسین اختر کو امیر مقرر کیا گیا۔

۱۹۷۳ء میں رابطہ عالم اسلامی کی طرف سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے پر پابندی ہوئی۔

۱۹۷۴ء کو محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ امیر مقرر ہوئے اور مولانا خواجہ خان محمد صاحب نائب امیر مقرر ہوئے ۲۹ مئی سنہ ۷۴ء کو ربوہ ریلوے اسٹیشن پر قادیانیوں کے غنڈوں کا نشتر کالج کے لڑکوں پر ختم نبوت زندہ باد کا نعرہ لگانے کے جرم میں حملہ اور مار پیٹ سے۔

○ محدث العصر مولانا محمد یوسف بنوری اور مولانا مفتی محمود رحمۃ اللہ علیہ کے مشورے سے "مجلس عمل تحفظ ختم نبوت" کے نام سے مذہبی اور سیاسی جماعتوں کے مشترکہ پلیٹ فارم کا قیام اور مولانا بنوری کا بحیثیت امیر کے انتخاب تحریک ختم نبوت سنہ ۷۴ء کا آغاز۔

○ جون سنہ ۷۴ء قومی اسمبلی میں مولانا مفتی محمود اور اپوزیشن کے ۳۷ ارکان کی طرف سے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی قرارداد پیش ہونا۔

○ محدث العصر مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کا مملکت سعودی عرب کے فرمانروا شاہ فیصل مرحوم کو قرارداد کی منظوری کے لئے دعا کی ترسیل۔ شاہ فیصل مرحوم کی طرف سے تحریک ختم نبوت کی علی الاعلان حمایت کا اعلان اور حکومت پاکستان سے قرارداد کی منظوری کی اپیل۔

○ تحریک ختم نبوت کی وجہ سے پورے پاکستان کا نظام معطل۔

○ ۷ ستمبر سنہ ۷۴ء کا تاریخی دن۔ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ۹۰ سالہ جد و جہد کی کامیابی کا دن حضور ﷺ کی عظمت کے اظہار کا دن۔ جھوٹے مدعی نبوت مرزا غلام قادیانی اور اس کی ذریت کی ذلت و رسوائی کا دن۔ قادیانیت کا ملت اسلامیہ سے الگ ہونے کا دن۔ محدث العصر مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری اور سید عطاء اللہ بخاری کے قافلے اور جانثاران ختم نبوت اور شہداء ختم نبوت کے اخلاص و للّٰہیت کے مظہر کا تاریخی دن۔ پاکستان کی قومی اسمبلی نے مفکر اسلام مولانا مفتی محمودؒ اور ان کے رفقاء کی پیش کردہ قرارداد منظور کر کے پاکستان کے آئین اور قانون میں ترمیم کردی اور قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دیکر غیر مسلموں کی فہرست میں شامل کردیا۔ سنہ ۱۹۸۴ء میں اس بل کی تشریح کے لئے امتناع قادیانیت آرڈی ننس صدر ضیاء الحق مرحوم نے جاری کیا جس کے تحت قادیانیوں کے لئے شعائر اسلام استعمال کرنے اور مسلمانوں کا طرز اختیار کرنے پر پابندی عائد کی گئی۔

○ مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد مولانا خواجہ خان محمد امیر اور مولانا مفتی احمد الرحمان نائب امیر اور مولانا عزیز الرحمان جالندھری ناظم اعلیٰ مقرر ہوئے۔

○ موجودہ مجلس تحفظ ختم نبوت کے عہدے داروں کی تفصیل درج ذیل ہے۔

مرکزی عہدیداران عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان

○ حضرت اقدس مولانا خواجہ خان محمد صاحب دامت برکاتہم امیر مرکزیہ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

○ حضرت اقدس مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی دامت برکاتہم امیر اول عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

○ حضرت اقدس مولانا عبد الرحیم اشعر صاحب امیر دوم عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

○ حضرت مولانا عزیز الرحمان صاحب جالندھری ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

○ حضرت مولانا بشیر احمد صاحب فاضل پور ناظم تبلیغ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

○ حضرت مکرم صاحبزادہ طارق محمود صاحب فیصل آباد ناظم نشرواشاعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

○ حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب مبارک پور خازن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

○ حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب شجاع باد ناظم دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی موجودہ سرگرمیوں کی تفصیل اس طرح ہیں۔

○ یورپ اور افریقی ممالک میں سرگرمیوں کی وجہ سے لندن میں یورپ کے لئے مرکزی دفتر بنایا گیا جس کا پتہ یہ ہے۔

LONDON OFFICE35_STOCK WELL _GREEN _LONDON SW9 _9HZ _UK PHONE071_737_8199

○ اس کے تحت یورپ میں قادیانیت کی سرگرمیوں کا سدباب کیا جاتا ہے ہر سال قادیانیوں کے سالانہ جلسے کے مقابلے میں ختم نبوت کانفرنس کا انعقاد ہوتا ہے ۹ کانفرنسیں منعقد ہو چکی ہیں۔ اس کے تحت جرمنی۔ بیلجیم۔ ہالینڈ۔ فجی اور دیگر ممالک یورپ میں بھی ذیلی دفاتر قائم ہیں۔

○ جنوبی افریقہ میں جوہانسبرگ۔ میں جمعیت علماء افریقہ کے تعاون سے مجلس تحفظ ختم نبوت کا آغاز کیا گیا ہے۔ مالی میں پچاس ہزار سے زائد افراد جو قادیانیت قبول کر چکے تھے ان کو مجلس تحفظ ختم نبوت کی کوششوں سے دوبارہ دائرہ اسلام میں داخل کیا گیا۔ ماریشس۔ امریکہ۔ انڈونیشیا۔ جاپان میں بھی مراکز قائم کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ سعودی عرب میں مملکت سعودیہ کے تعاون سے جامع ام القریٰ اور جامعہ اسلامیہ میں ختم نبوت کے موضوع پر درس کا اہتمام کیا گیا۔

○ وسطی ایشیا کی ریاستوں کی آزادی کے بعد مجلس تحفظ ختم نبوت نے ابتداء ہی سے قادیانیت کو روکنے کی جد و جہد کی۔ بخارا میں قادیانی مسجد بنانا چاہتے تھے۔ فوری طور پر اس کو بند کروا کر قادیانیوں کا داخلہ ممنوع کرایا۔ ماسکو اور تاشقند میں پانچ لاکھ قرآن مجید طبع کرا کر تمام ریاستوں اور ماسکو اور لینن گراڈ کے مسلمانوں میں تقسیم کرا کر یہ اعزاز حاصل کیا کہ ماسکو میں پہلی مرتبہ قرآن کی طباعت مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے ہوئی۔ ماسکو میں قادیانی مرکز کے مقابلے میں مجلس تحفظ ختم نبوت کا مرکز بنانے کا فیصلہ کیا گیا ہے مئی سنہ ۹۵ء میں انشاء اللہ تعالیٰ ایک وفد دورہ کر کے اس دفتر کے قیام کا انتظام کرے گا۔ تاشقند۔ سمرقند قازقستان میں مسجد عثمان غنیؓ۔ مسجد مفتی احمد الرحمان۔ مسجد خانہ جامع مسجد قازقستان تعمیر کرائی گئیں ہیں بلکہ مسجد ختم نبوت مسجد خاتم النبیین مسجد مولانا محمد یوسف بنوری کے منصوبے جلد شروع کئے جائیں گے۔ مدرسہ کو کتاش۔ ادارہ دینیہ۔ وزارت مذہبی امور۔ مدرسہ سمرقند کے ساتھ اساتذہ۔ کتب اور مالی تعاون بھرپور جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی ان خدمات جلیلہ کو جاری و ساری رکھے۔ (آمین)

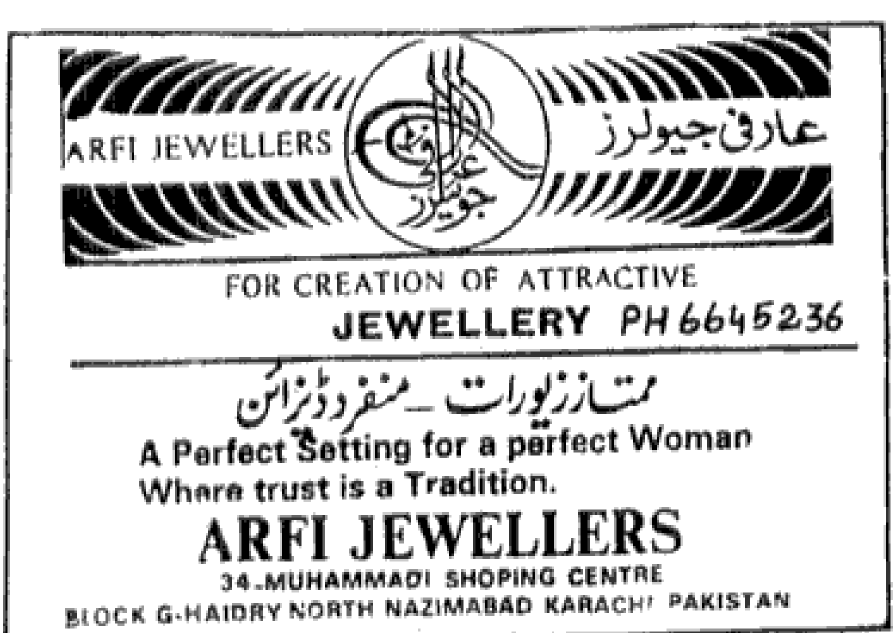

مولانا محمد جمیل خان

کراچی کے موجودہ حالات۔ علماء کی ذمہ داریاں۔

کراچی کے موجودہ حالات نے جو رخ اختیار کیا ہے اس سے ہر ذی شعور شخص حیران و پریشان ہے۔ جان و مال کے عدم تحفظ نے ہر شخص کو ہراساں و خوف زدہ کیا ہوا ہے۔ کراچی جس کو روشنیوں اور خوشیوں کا شہر کہا جاتا تھا اور جس شہر کا ہر فرد اطمینان و راحت کی تصویر بنا ہوا تھا' جس شہر کی شہرت "غریب پرور" شہر سے ہوتی تھی آج اندھیروں' وحشتوں' اور ظلمتوں کا شہر بن گیا ہے۔ قتل ہونے والے کو علم نہیں کہ وہ کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا ہے نہ قاتل کو یہ معلوم ہے کہ وہ کیوں قتل کر رہا ہے' ہر شخص کے چہرے سوالیہ نشان بنے ہوئے ہیں کہ یہ حالت کیوں ہوئی؟ کراچی کے ان حالات کو ٹھیک کرنے کی ذمہ داری کس پر ہے؟ کراچی میں حکومت یا انتظامیہ نام کی کوئی چیز ہے یا نہیں؟ کراچی کے علماء کرام اس وقت کیا کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے تو اس پر غور کرنا چاہئے کہ ان حالات کی وجوہات کیا ہیں۔ آخر مسلمانوں کو یہ کس بات کی سزا دی جارہی ہے۔ قرآن مجید میں تو مسلمانوں کو کہا جارہا ہے کہ "تمہاری مدد کی جائے گی اگر تم مومن ہو" کراچی کے مسلمان اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور مساجد اور مدارس جگہ جگہ قائم ہیں ہر طرف نیکیوں کا چرچا ہے پھر یہ سب کیوں ہے؟ ہم جب قرآن مجید کا مطالعہ کرتے ہیں تو کراچی کے حالات کے لئے یہ آیت ہماری رہنمائی کرتی ہے۔

"اللہ تعالیٰ نے مثال بیان فرمادی ایک بستی کی جو امن اور اطمینان سے زندگی گزار رہی تھی' ہر طرف سے فراوانی سے رزق وہاں آرہا تھا' پس بستی والوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی ناشکری کی اللہ تعالیٰ نے بھوک اور ڈر کا عذاب ان کو چکھایا ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے (سورہ نحل)"۔

"کیا نہیں دیکھا آپ نے ان لوگوں کی طرف جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی نعمت کو ناشکری میں تبدیل کردیا اور اپنی قوم کو ہلاکت کے گھر میں اتار دیا"۔ (سورہ ابراہیم)۔

کراچی پر اللہ تعالیٰ کے جو انعامات تھے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ روحانی طور پر اطمینان و سکون کی دولت ہر شخص کو نصیب تھی۔ رات دو بجے بھی گھر سے انسان نکلتا تو کسی قسم کا کا خوف نہیں ہوتا تھا۔ گھر کے دروازے کھلے رہ جاتے لیکن چوری اور ڈاکے کا تصور نہیں تھا۔ رزق کی اتنی فراوانی کہ غریب سے غریب آدمی بھی رات کو پیٹ بھر کر سوتا۔ لیکن لوگوں نے اس نعمت کی ناشکری کی۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کی خلاف ورزی کی۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا عذاب مسلط کیا کہ مسجدیں تک محفوظ نہیں رہیں۔ دینی مدارس تک تشدد اور دہشت گردی کا شکار ہیں۔ گذشتہ دو ماہ سے تو اس میں اتنی شدت پیدا ہوگئی خصوصاً "ماہ رمضان میں دہشت گردوں نے مساجد کو اس طرح نشانہ بنایا کہ لوگ تراویح اور نماز پڑھتے ہوئے خوف محسوس کرنے لگے۔ والدین نے علمائے کرام سے مسئلے معلوم کئے کہ بچوں کو اعتکاف سے اٹھانے کی اجازت ہے یا نہیں۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام کو ان کے پیروکار مشورہ دینے لگے کہ وہ عشاء اور فجر کی نماز کے لئے مسجد میں تشریف نہ لائیں۔ دینی مدارس میں تشریف نہ لے جائیں کہ خدانخواستہ دہشت گرد نشانہ نہ بنائیں۔ ایسی عجیب صورت حال پیدا ہوئی کہ باہر سے دینی تعلیم کی اشاعت کے لئے آنے والے علمائے کرام اور قراء حضرات اپنے علاقوں کی طرف واپس جانے لگے۔ گویا سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ایسی فضاء پیدا کردی گئی کہ لوگ مساجد اور دینی مدارس سے وحشت کرنے لگے۔ مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب سے اس صورت حال پر گفتگو ہو رہی تھی تو آپ نے فرمایا کہ یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہمیشہ ہلاکت خیزی پیدا کرنے والوں کا یہ طریقہ کار رہا ہے کہ اس طرح پروپگنڈہ کریں کہ لوگ دفاع کی صلاحیت سے محروم رہ جائیں اس پر واقعہ سنایا کہ چنگیز خان نے جب مسلمانوں کو تباہ کرنے کے لئے پیش قدمی کی تو تمام علاقوں پر ایسی دہشت پھیلا کہ لوگ اس کا نام سن کر ہوش و حواس کھو بیٹھتے۔ اس وقت بزدلی کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ ایک سپاہی سو مسلمانوں کو ایک جگہ جمع کرتا اور پھر ان سے کہتا کہ تم یہیں کھڑے رہو میں گھر جاکر تلوار لاتا ہوں تاکہ تم لوگوں کو قتل کروں۔ اور مسلمانوں میں جرات کا اتنا فقدان ہوگیا تھا کہ وہ اس سپاہی کے انتظار میں کھڑے رہتے اور وہ سپاہی گھر جاکر اطمینان سے تلوار لاکر ان مسلمانوں کی گردنیں اڑادیتا۔ آج کراچی کے حالات کا جب ہم تجزیہ کرتے ہیں تو ایسی ہی صورت حال نظر آتی ہے۔ ایک شخص آتا ہے اور پوری مارکیٹ پر سناٹا چھا جاتا ہے۔ شارع عام پر دوچار دہشت گرد اطمینان سے قتل عام کرکے رخصت ہوجاتے ہیں۔ ہزاروں نمازیوں کے درمیان دو شخص کئی افراد کو شہید کرکے آرام سے فرار ہوجاتے ہیں' ہزاروں افراد کی موجودگی میں دہشت گرد جس کو چاہتے ہیں اغوا کرلیتے ہیں اور تمام دنیا تماشائی بنی رہتی ہے بلکہ منہ چھپاکر نکل جاتی ہے حتیٰ کہ پولیس تک ایسے موقع پر راہ فرار اختیار کرلیتی ہے۔ دہشت کی فضا نے کراچی کو ایسا مسموم کردیا ہے کہ جرات ہمت اور دفاع کی صلاحیتیں مفقود ہوکر رہ گئی ہیں۔ سب لوگ اس بات پر اطمینان کا اظہار کرتے ہیں کہ چلو مال چلا گیا تو کیا ہوا جان بچ گئی۔ ایسی صورت حال میں اب سب کی نظریں علمائے کرام پر پڑتی ہیں اس طبقے کی طرف جب ہم دیکھتے ہیں تو خود ان کو اس کیفیت میں مبتلا کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے اور بدقسمتی کہئے کہ بعض علمائے کرام بھی اس کیفیت کا شکار نظر آتے ہیں اور جو دوسرے ہیں ان کو اس کیفیت میں مبتلا کرنے کے جتن کئے جارہے ہیں۔

دین اسلام نے ایسے حالات میں علمائے کرام کو اس بات کی تلقین کی ہے کہ وہ ایسے موقع پر کیا کریں۔ اور کس طرح امت کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔ سب سے پہلے ہمیں نبی آخر الزمان ﷺ کی زندگی سے رہنمائی حاصل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کا دور کتنا سنگین اور اذیت والا دور تھا۔ تب تنہاء آپ ﷺ اور آپ کے رفیق غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ (جو بعد میں خلیفہ اول کے منصب پر فائز ہوئے) کفار کے مجمع میں تشریف لے جاتے اور دین اسلام کی تبلیغ کرتے۔ کافروں کا مجمع چاروں طرف سے آپ ﷺ پر ٹوٹ پڑتا لیکن آپ ﷺ اس کے باوجود اپنی دینی تبلیغ کو کسی طرح ترک نہ کرتے۔ حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ پر ظلم کے کیا کیا پہاڑ نہ ڈھائے گئے۔ نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے بارے میں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان عظیم ہستیوں کا سا استقلال اور ہمت کہاں سے لائیں تو چلئے بعد کے ادوار کو دیکھتے ہیں۔ حضرت امام بن حنبلؒ پر کیا کیا مظالم نہیں ڈھائے گئے۔ سعید بن شہید کیا گیا' امام ابو حنیفہؒ کو قید و بند کی صعوبتوں میں ڈالا گیا' صاحب حصن حصین نے اپنی جو کتاب تالیف فرمائی ہے اس کا مقصد تحریر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ دشمنوں کے خوف سے ہر شخص چھپا ہوا ہے' جان و مال تمام خطرات میں ہیں اس کی حفاظت کے لئے اللہ تعالیٰ کے اس کلام کو پڑھ رہا ہوں اور جمع کر رہا ہوں۔ آخر میں تحریر فرمایا کہ اس کلام کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے عافیت و امن عطا فرمایا۔ دور کیوں جاتے ہیں خود انگریزی دور حکومت میں انگریزوں نے کیا کیا مظالم نہیں کئے۔ صرف ٹھٹھ کے علاقے میں ہزاروں مدارس کو تہ و بالا کردیا۔ ہزاروں علمائے کرام کو تختہ دار پر چڑھادیا گیا۔ مسلمانوں کو سوروں کی کھالوں میں بند کرکے

دھوپ میں ڈالا گیا۔ نجات کی دعائیں کرنے والوں پر بھی زندگی کے دروازے بند کردئے گئے۔ لاکھوں افراد کو کالا پانی جلاوطن کردیا گیا۔ آبادی کی آبادیوں کو ملیامیٹ کردیا گیا لیکن علمائے کرام اور مسلمانوں نے ہمت اور شجاعت کا دامن نہیں چھوڑا۔ تحریک آزادی کی شمع کو روشن رکھا۔ آج برصغیر میں پاکستان بنگلہ دیش کی شکل میں مسلم ممالک اور کروڑوں کی تعداد میں مسلمان اپنے ایمان کی حفاظت کے ساتھ زندہ ہیں اور وقت دور نہیں جب کشمیر بھی آزاد ہوگا اور ہندوستان میں بھی مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوگی۔ بوسنیا کی تاریخ کا مطالعہ کیجئے انگریزوں نے سپین اور یورپ کے خطے میں اسلام کا نام نشان مٹانے کا کوئی حربہ نہیں چھوڑا۔ تمام مساجد کو ختم کردیا گیا۔ کوشش کی کہ ایک فرد بھی کلمہ "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" کہنے والا اس خطے میں باقی نہ رہے لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مسلمانوں کی جرائت کہ تمام تر کوششوں کے باوجود مسلمانوں کے قلوب سے ایمان کی شمع کو ختم نہ کرسکے اور آج بوسنیا میں مسلمانوں کا جرائت مندانہ جہاد اور اسپین کے علاقوں میں مساجد کا قیام اس کا شاہد ہے۔ روس نے طاقت اور جبر کے ذریعے کیا کچھ نہیں کیا' ایک کروڑ سے زائد مسلمانوں نے جام شہادت نوش کیا۔ جس گھر میں قرآن شریف یا مصلیٰ پایا جاتا تھا اس گھر کے تمام افراد کو شہید کردیا جاتا یا سائبیریا کے سرد علاقوں میں بھیج دیا جاتا تھا تاکہ برفانی عذاب سے ہلاک ہوجائیں۔ خدا اور رسول ﷺ کا نام لینا جرم عظیم تھا۔ ستر سال ظلم و ستم کی چکی میں پسنے کے بعد جب ذرا سی آزادی ہوئی تو دنیا نے حیرت انگیز معجزاتی تماشہ دیکھا کہ تمام کی تمام ریاستوں نے اعلان کیا کہ ہم مسلمان ہیں اور تمام تر کوششوں کے باوجود مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کی شمع نہ بجھائی جاسکی اور آج اس خطہ میں سات نئی مسلم ریاستیں وجود میں آگئیں اور دین اسلام کا عظیم معجزہ کہ جس ماسکو میں قرآن اور خدا کا نام لینا جرم عظیم تھا آج اس کے مطبع خانوں میں قرآن مجید طبع ہوکر مسلمانوں میں تقسیم ہورہے ہیں۔ مساجد قائم ہورہی ہیں اور اس کے ایک خطے چیچنیا میں مسلمانوں نے آزادی کا علم بلند کرکے روس سے جہاد کا آغاز کردیا ہے۔ پوری دنیا میں اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی ایک طرف یہ کیفیت اور دوسری طرف مسلمان ملک افغانستان اور پاکستان میں مسلمان آپس میں دست و گریباں ہوکر ان مسلمانوں کے مشن اور جہاد کو نقصان پہنچارہے ہیں۔ خود کراچی کے حالات نے تو پوری دنیا میں پاکستان کے مسلمانوں کو بری طرح بدنام کیا ہوا ہے۔ گزشتہ دنوں امام حرم کعبہ نے کھلے عام اس پر تشویش کا اظہار کیا اور اس کو پاکستان کے مسلمانوں کے لئے بدنما داغ اور بدنما دھبہ قرار دیا۔ دنیا بھر میں منشیات اور کراچی کے حالات کی وجہ سے پاکستانیوں کو بری نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ کراچی کے حالات کی بہتری اسی صورت میں ممکن ہے جب کراچی کا ہر فرد اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اپنی ذمہ داری اور علماء کرام درج ذیل ہدایات اسلام کی روشنی میں مسلمانوں کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیں۔

سب سے پہلے کفران نعمت اور ناشکری کا جو عظیم گناہ مسلمانان کراچی سے سرزد ہوگیا ہے اس پر اجتماعی اور انفرادی طور پر توبہ واستغفار کثرت سے کی جائے کیونکہ استغفار سب سے بہترین علاج ہے۔ امام حسن بصریؒ کی خدمت میں چار آدمی آئے۔ ایک نے قحط سالی کی شکایت کی' دوسرے نے قرضہ کی' تیسرے نے اولاد نہ ہونے کی' چوتھے نے باغات اور نہروں کی تباہی و تنگی کی شکایت کی۔ امام حسن بصریؒ نے سب کو تلقین کی کہ استغفار کرو۔ شاگردوں نے جب پوچھا کہ آپ نے مختلف امراض کے لئے ایک ہی علاج کیوں تجویز کیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو یہی تعلیم دی کہ اپنی امت کو استغفار کی تلقین کریں۔ تاکہ ان پر بارش برسائی جائے' مال میں فراوانی کی جائے اولاد کی کثرت کی جائے اور ان کے باغات اور نہروں کو شاداب کیا جائے۔ اس آیت سے علمائے کرام نے یہ استدلال کیا ہے کہ اگر ملک میں اس قسم کے حالات ہوں تو کثرت سے استغفار کیا جائے' اور استغفار اس وقت مقبول ہوتا ہے جب انسان اپنے گناہوں پر نادم ہو۔ آئندہ گناہوں کے ارتکاب سے باز آئے اور اللہ تعالیٰ سے خوب رجوع کرے۔ کراچی کے تمام مسلمانوں کے حالات کی درستگی کے لئے اس وقت استغفار اور گناہوں سے توبہ کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ علمائے کرام اور مشائخ عظام اس کا خصوصی طور پر اہتمام کریں کہ مساجد اور محلے میں وقتاً" فوقتاً" گناہوں سے توبہ کے اجتماعات منعقد کئے جائیں' لوگوں کو استغفار کی کثرت سے تلقین کریں۔ یہ تو روحانی طور پر علاج ہے۔ ظاہری علاج کے لئے رسول اکرم ﷺ کی رہنمائی مسلمانوں کے لئے موجود ہے۔ حضور ﷺ ارشاد ہے' جان و مال کی حفاظت کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔ ایک اور جگہ آپ ﷺ فرماتے ہیں' جو اپنے مال کی حفاظت کے لئے مارا گیا وہ شہید ہے۔ ایک حدیث میں آپ ﷺ کا ارشاد فرماتے ہیں "برائی کو اگر دیکھو تو ہاتھ سے روکو' آج مسلمانوں کو جرائت ایمانی کی ضرورت ہے۔ جرائت ایمانی کے ساتھ اپنے گھروں کی حفاظت کریں۔ اپنے مال کی حفاظت کریں۔ اپنے جان و مال کی حفاظت کے لئے اسلحہ رکھنا عبادت ہے۔ بے جا کسی کو قتل کرنے یا نقصان پہنچانے کی شریعت مطہرہ میں اجازت نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمان کی جان و مال محفوظ رہے۔ وہ شخص کسی طور پر مسلمان نہیں ہوسکتا جو کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرے یا اس کو نقصان پہنچانے کے درپے ہو۔ اس لئے جو لوگ مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے ہوں ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے کہ اس سے برائت کا اعلان کرے ان کے خلاف آواز بلند کرے۔ ان کی دہشت گردی سے خود بچنے کے لئے اور دوسروں کو بچانے کے لئے مشترکہ جدوجہد کریں۔ حفاظتی اقدامات بھرپور انداز میں کئے جائیں تاکہ کوئی دہشت گردی میں کامیاب نہ ہوسکیں۔

علماء کرام پر اس وقت بھاری ذمہ داریاں عائد ہوتی ہیں۔ ایک طرف اپنی جان کا تحفظ اور دوسری طرف امت کے ایمان کے تحفظ کا فریضہ انجام دینا ہے۔ اس لئے علماء کرام کو چاہیئے کہ اس وقت اپنی ذمہ داریوں کا احساس کریں۔ اللہ رب العزت پر اعتماد اور توکل کرتے ہوئے لوگوں کو اس بات کا احساس دلائیں کہ اس وقت رجوع الی اللہ اور اللہ تعالیٰ پر اعتماد و توکل اور جرائت ایمانی کا مظاہرہ کرکے حالات کو تبدیل کیا جاسکتا ہے۔ مساجد میں جمعہ کے خطبات میں مسلمانوں کی جان و مال کی حفاظت کے موضوع پر درس دیں اور تقاریر کریں۔ لوگوں کو ایمان صالح کی تلقین کریں' محلوں میں دروس قرآن کا اہتمام کریں' مساجد میں لوگوں کو آنے کی دعوت دیں۔ ہمارے اکابر علماء کرام نے جس طرح اپنی جان کو خطرات میں ڈال کر سابقہ ادوار میں مسلمانوں کی ایمان کے لئے قربانیاں دیں اسی طرح علماء کرام خوف زدہ ماحول سے مسلمانوں کو نکالنے کے لئے خود بھی جرائت کا اظہار کریں اور مسلمانوں کو بھی جرائت کی تلقین کریں۔ حدیث شریف میں آتا ہے کہ مسلمان بزدل نہیں ہوسکتا۔ نمازیں اس لئے نہیں چھوڑی جاسکتیں کہ مساجد محفوظ نہیں ہیں۔ فقہاء کرام نے جو خوف زدہ حالات مسائل کی کتابوں میں تحریر کئے ہیں وہ انہی حالات کے لئے لکھے گئے ہیں۔ علماء کرام دینی مدارس اور مساجد کے خلاف افواہوں کے خلاف مشترکہ لائحہ عمل طے کریں۔ کراچی سے ہجرت مسئلہ کا حل نہیں۔ موت کا ایک وقت مقرر ہے اور جس جگہ بھی انسان جائے گا موت نے وقت مقررہ پر اس جگہ بھی آنا ہے۔ بزدلی سے موت ٹل نہیں سکتی۔ البتہ بزدلی کا نتیجہ ذلت و رسوائی ہے اس لئے تمام علماء کرام کو چاہیئے کہ وہ علی الاعلان جرائت کے ساتھ ان دہشت گردوں کے خلاف مشترکہ جدوجہد کا اعلان کریں اور مسلمانوں کی جان و مال کی تحفظ کے لئے احادیث نبویہ ﷺ میں جو طلاف تجویز ہوئے ہیں اس کے مطابق مسلمانوں کی رہنمائی کریں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔ (آمین)

اللہ کے لئے محبت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جناب خاتم النبیین رحمت للعالمین ﷺ کا فرمان ہے۔

" قیامت میں اللہ تعالیٰ فرمائیں گے وہ لوگ کہاں ہیں جو صرف میرے لئے لوگوں سے محبت رکھتے تھے آج میں ان کو اپنے سایہ میں جگہ دوں گا۔"

حضور اکرم ﷺ کا فرمان ہے۔

"جو شخص ایمان کی حقیقی لذت سے آشنا ہونا چاہے اس کو چاہئے وہ کسی کو دوست نہ رکھے مگر اللہ جل شانہ کے لئے۔"

مولانا عبداللطیف مسعود، ڈسکہ

مِرزا قادیانی اور علاماتِ مسیح ابنِ مریم

یہ ایک دو ٹوک اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے ماننے والے مرزائیوں کو حق و صداقت اور مذہب سے رتی بھر تعلق نہیں ہے۔ یہ محض ایک پولیٹیکل اور تخریب کار ٹولہ ہے جو کہ ہر سطح پر ملک و ملت کا کٹر دشمن ہے۔ مرزا قادیانی کے جملہ دعوے اور اعلان محض دجل و فریب اور کذب و افتراء تھے۔ ان میں حقیقت کا شائبہ تک نہیں تھا۔ یہ بات مرزا کی مجموعی پوزیشن سے بھی واضح ہو جاتی ہے اور اس کے تفصیلی کردار، جدوجہد اور کتب و تحریرات سے بھی۔ اس کی تمام تحریرات اور دعوے تضاد اور تناقض کا ملغوبہ اور گورکھ دھندہ ہیں۔ اس کا ایک ایک نظریہ اور دعویٰ متناقض اور نہایت ہیچدار اور پہلودار ہے۔ ایک ایک بات چار چار پانچ پانچ مختلف عنوانات پر مشتمل ہے۔ کہیں ایک بات کا اقرار و اعتراف اور پھر دوسری جگہ اسی کا انکار ملے گا۔ مثلاً اس کا دعویٰ نبوت ہی ملاحظہ فرمائیے کہ۔ ابتداء میں اس کا کلی طور انکار کر کے مدعی نبوت کو کافر و کذاب تک کہتا ہے لیکن پھر ظلی اور بروزی نبوت کا دعویٰ پھر غیر تشریعی نبوت کا اعلان حتیٰ کہ دبے لفظوں میں حقیقی اور تشریعی نبوت کا بھی دعویٰ کرنے سے نہ چوکا۔ جس کی تشریح و وضاحت بعد میں اس کے فرزند مرزا بشیر الدین محمود نے نہایت تفصیل سے کی ہے (دیکھئے حقیقتہ النبوہ وغیرہ)

ایسے ہی دعویٰ مجددیت اور مسیحیت کا چکر ہے کہ پہلے ملہم اور مجدد و مہدی ہونے کا اعلان کر کے بیعت لینا شروع کی۔ مسیحیت سے کلی طور پر انکار تھا بلکہ اس مسئلہ میں جملہ اہل اسلام کا کمل ہمنوا تھا (دیکھئے شہادۃ القرآن ص ۴۰ اور ازالہ اوہام ص ۵۵۷ طبع لاہور)۔

اس کے بعد مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ اور دعویٰ مسیحیت کو افتراء اور کم فہمی قرار دیا (ازالہ اوہام ص ۱۹۰)

بعد ازاں بعینہٖ مسیح بن مریمؑ ہونے کا دعویٰ اور اعلان اور مسلسل الہامات کا چکر۔ پھر ایک نئی بات یہ اڑائی کہ اسلامی لٹریچر میں جو دو شخصیتیں مذکور ہیں مہدیؑ اور مسیحؑ وہ دونوں ایک ہی ہستی کے نام ہیں بلکہ مجدد بھی وہی ہے۔ حتیٰ کہ نبوت بھی اس میں جمع ہے کیونکہ احادیث میں مذکور مسیح کو نبی بھی کہا گیا ہے۔ اس بناء پر اس نے مندرجہ بالا تمام دعوے علی الاعلان داغ دیئے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام عنوانات تقریباً الگ الگ ہیں۔ مجدد ایک جدا منصب ہے، مہدی الگ ہے اور مسیح الگ ہے۔

ا۔ مجدد تو ہر صدی اور زمانہ میں ہوتے رہے ہیں۔ ایک ایک دو دو بھی اور اس سے بڑھ کر بھی۔ مگر مرزا کی طرح کسی نے اس کا دعویٰ نہیں فرمایا اور نہ ہی کوئی الگ پارٹی بنائی اور نہ بیعت کا ڈھونگ رچایا۔

۲۔ اسی طرح احادیث کی رو سے مہدی الگ شخصیت ہے اور مسیح الگ کیونکہ تمام کتب حدیث اور کتب عقائد میں دونوں عنوان الگ الگ قائم کئے گئے ہیں۔ دونوں کی علامات اور کوائف بھی الگ الگ ہیں۔ مگر یہ بات یہاں بھی واضح ہے کہ نہ تو مہدیؑ نے آکر اپنی مسیحیت کا اعلان کر کے اور دوسروں کو کافر قرار دے کر اپنی الگ ٹولی بنانا ہے۔ محض تبلیغ و تجدید اسلام ہی کریں گے۔ سب لوگ ان کے عقیدت مند اور فرمانبردار ہوں گے، کوئی مخالفت اور تکفیر نہ کرے گا۔ دین کو غلبہ حاصل ہوگا۔ بخلاف مرزا کے کہ اس نے آکر ہر منصب کا الگ الگ اعلان و دعویٰ بھی کیا، نہ ماننے والوں کو منکر اور کافر بھی کہا، ادھر اسے نہ تو نمایاں کامیابی ہوئی اور نہ ہی دین اسلام کو عالمی غلبہ نصیب ہوا۔ غرضیکہ اسلامی مجدد، مہدی اور مسیح والی کوئی بھی بات مرزا میں ثابت نہیں ہوئی۔ یہ محض وہی حقیقت ہے جسے مسیح نے کہا تھا کہ بہتر میرے نام سے آکر لوگوں کو گمراہ کریں گے (انجیل متی ۲۴) اور آنحضور ﷺ نے تیس جھوٹے دجالوں کی خبر دی تھی جو کہ نبوت کا دعویٰ کریں گے۔ ہر فرد انسانی یہ بات ملحوظ خاطر رکھے کہ خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد کسی بھی منصب کا دعویٰ نہیں ہو سکتا اور نہ ہی کسی حق پرست نے کیا ہے اور نہ ہی آئندہ کرے گا حتیٰ کہ خدا کے پاک نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو وہ بھی آکر یہ اعلان یا دعویٰ نہ کریں گے کہ میں مسیح ہوں میں نبی ہوں۔ اس لئے کہ ان کی آمد کی خبر خود سید دوعالم ﷺ نے تمام علامات کے ساتھ پہلے ہی دے دی ہے تو جب وہ تشریف لاویں گے تو تمام مسلمان بسرو چشم ان کو پہچان کر تبیع ہو جائیں گے کوئی جھگڑا کوئی اختلاف کوئی تفسیق و تکفیر اور پارٹی بازی کا چکر نہیں چلے گا۔ وہ آتے ہی مسلمانوں کے ساتھ امام مہدیؑ کی اقتداء میں نماز ادا کریں گے۔ وہ کوئی الگ مسجد یا عبادت خانہ نہ بنائیں گے کہ کوئی مسلمان ان کے پیچھے گے اور کوئی الگ رہے اور مناظرہ بازی کا چکر چل جائے۔ وہ تو آتے ہی نفاذ اسلام اور غلبہ اسلام کی جدوجہد میں مصروف ہو جائیں گے اور تھوڑی ہی مدت میں دجال کو قتل کر کے یہ فریضہ پورا کریں گے پھر نہ کوئی قادیانی رہے گا، نہ کوئی عیسائی، نہ یہودی، نہ کوئی ہندو اور دہریہ وغیرہ سب کے سب خاتم الانبیاء ﷺ کے جھنڈے کے آکر ورفعنا لک ذکرک کی پرنور فضا قائم کریں گے۔ ہر طرف توحید خالص اور رسالت آخر الزمان ﷺ ہی کا سکہ چلے گا۔ اب ذیل میں ہم حسب تحریرات مرزا قادیانی، چند علامات مسیح کا تذکرہ کر کے واضح کریں گے کہ وہ علامات مرزا قادیانی میں نہیں پائی جاتیں لہٰذا مرزا کا مسیحیت یا مہدویت سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس سے الگ اور بچ کر رہنے ہی میں سلامتی ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

علامات مسیح علیہ السلام

علامت اول : سید دوعالم ﷺ نے موکد بقسم یہ اعلان فرمایا ہے کہ۔

والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم۔ الخ۔

یعنی اس ذات عالی کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ عنقریب تم میں مریم کے بیٹے (عیسیٰ) نازل ہوں گے۔ الخ۔

اب یہاں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔

ا۔ آنحضور ﷺ نے نزول مسیح کو قسم کھا کر بیان فرمایا ہے۔ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی کہتا ہے کہ جو بات قسم کھا کر بیان ہو اس میں تاویل اور استثناء نہیں ہوتا کہ اس سے مراد یہ ہے یا وہ ہے بلکہ بعینہٖ اس کا ظاہری مصداق مراد لیا جائے گا (دیکھئے مرزا کی ذاتی کتاب حمامتہ البشریٰ ص ۱۴) تو جب یہ اعلان موکد بقسم ہے تو اس میں بیان کردہ ابن مریمؑ سے مراد بھی وہی عیسیٰؑ ہوں گے جو کہ بنی اسرائیل کی طرف رسول بن کر آئے تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے۔ دوسرا کوئی فرد نہ ہوگا۔

۲۔ یہ فرمان نبویؐ نزول مسیح کے سلسلہ میں نص صریح ہے

اور خود مرزا نے نصوص میں تاویل کرنے کو الحاد قرار دیا ہے (دیکھئے انجام آتھم ص۱۴۹)۔ اور دوسری جگہ کہا ہے تحمل النصوص علی ظاھرھا (ازالہ اوہام)۔ تو چونکہ یہ ذات دجل و فریب' نہ اسرائیلی ہے نہ ہی اس کو خدا نے یہودیوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔ نہ ہی اس کی ماں کا نام مریم ہے لہٰذا اسے اصلی مسیحؑ کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہیں۔ یہ محض دجل و فریب سے دعویٰ مسیحیت داغ رہا ہے جبکہ حقیقی اور سچے مسیحؑ دوبارہ آکر کوئی دعویٰ وغیرہ نہیں کریں گے اور نہ ہی اپنی پیشگوئیوں اور الہامات کا چکر اور گورکھ دھندہ شروع کریں گے۔ نیز کوئی مسلمان بھی ان سے الگ نہ رہے گا۔ بلکہ تمام مسلمان ان کے زیر فرمان ہوں گے بلکہ تمام انسان اپنے اپنے مذہب کو چھوڑ کر مسلمان ہو جائیں گے۔ نہ کوئی مرزائی رہے گا نہ کوئی عیسائی یہودی۔

دوسری علامت

خاتم الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ عیسیٰؑ حج کریں گے۔ چنانچہ مرزا بھی لکھتا ہے کہ۔

ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر و دجل سے باز آکر طواف بیت اللہ کرے گا کیونکہ بموجب حدیث صحیح کے وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہوگا آخر ایک گروہ دجال کا ایمان لاکر حج کرے گا سو دجال کو ایمان اور حج کے خیال پیدا ہوں گے وہی دن ہمارے حج کے بھی ہوں گے۔ (ایام الصلح ص۱۶۸'۱۶۹۔ خزائن ص۴۱۶ ج۱۴)

مندرجہ بالا اقتباس میں مرزا قادیانی نے تسلیم کرلیا ہے کہ ازروئے حدیث صحیح مسیح موعود کا حج کرنا ضروری ہے لیکن مرزا نے مرتے دم تک حج نہ کیا۔ اس لئے اس میں یہ علامت نہ پائی گئی تو یہ مسیح موعود کیسے ہو سکتا ہے۔ لہٰذا مرزا اس علامت میں فیل ہو گیا۔

تیسری علامت

مسیح ابن مریمؑ کے زمانہ میں تمام مذاہب ختم ہو کر صرف دین اسلام ہی رہ جائے گا۔ ہر طرف عملی طور پر اسلام کو غلبہ حاصل ہوگا۔ اس سلسلہ میں مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ۔

فنفخ فی الصور فجمعنا ھم جمعا ...... تب ہم تمام فرقوں کو ایک ہی مذہب پر جمع کریں گے.... اور ایسے زمانہ میں صور پھونک کر تمام فرقوں کو دین اسلام پر جمع کیا جائے گا.... اور ایک آسمانی مصلح آئے گا۔ درحقیقت اسی مصلح کا نام مسیح موعود (وہ مسیح جس کے آنے کا وعدہ کیا گیا) ہے۔ (شہادۃ القرآن ص۱۳'۱۵ طبع لاہور)۔

اس اقتباس میں مرزا نے تسلیم کیا ہے کہ ازروئے قرآن مسیح موعود کی علامت یہ ہے کہ اس وقت تمام دنیا میں صرف ایک ہی مذہب اسلام باقی رہ جائے گا۔ اب دیکھئے یہ علامت مرزا میں بالکل موجود نہیں لہٰذا مرزا فیل۔

مرزا نے یہ بھی لکھا کہ۔

و قدانی زمان تھلک فیہ الا باطیل ولا یبقی الزور والظلام و تفنی الملل کلھا الا الاسلام۔ (اعجاز المسیح ص۸۳ مندرجہ روحانی خزائن ص۸۵ ج۱۸ طبع ربوہ)۔

نیز لکھا کہ و نفخ فی الصور فجمعنا ھم جمعا یعنی ہم آخری زمانہ میں ہر ایک قوم کو آزادی دیں گے تاکہ اپنے مذہب کی خوبی دوسری قوم کے سامنے پیش کرے.... ایک مدت تک ایسا ہوتا رہے گا پھر قرآن میں ایک آواز پھونک دی جائے گی تب ہم تمام قوموں کو ایک قوم بنا دیں گے اور ایک ہی مذہب پر جمع کردیں گے۔ (چشمہ معرفت ص۶۷ مندرجہ روحانی خزائن ص۷۵ ج۲۳ و ایضاً ص۳۲۲ ج۱۹)

تبصرہ و نتیجہ

مرزا قادیانی کی کتابوں کے مندرجہ بالا تینوں اقتباسات سے بالوضاحت معلوم ہوا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں تمام مذاہب ختم ہو کر صرف ایک ہی مذہب یعنی اسلام رہ جائے گا اب چونکہ یہ علامت مرزا میں نہیں پائی گئی لہٰذا مرزا اس میں بھی ناکام اور فیل رہا۔

چوتھی علامت

مرزا قادیانی نے خود تسلیم کیا ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ امن و صلح کا دور ہوگا۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتا ہے کہ۔

و یضع اللہ الحرب و تقع الامنتہ علی الارض و تنزل السکینتہ والصلح فی جذور القلوب (ضمیمہ خطبہ الہامیہ مندرجہ روحانی خزائن ص۳۲۲ ج۱۶)۔

ترجمہ۔ اور اللہ تعالیٰ جنگ و جدال کو موقوف کر دے گا زمین پر امن و صلح ہوگی اور لوگوں کے دلوں میں اطمینان و سکون اور صلح و صفائی پیدا ہو جائے گی۔

چونکہ یہ علامت بھی مرزا میں نہیں پائی گئی لہٰذا مرزا فیل ہوا۔

پانچویں علامت

مرزا قادیانی نے لکھا ہے کہ۔

مسیح موعود کے زمانہ میں مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو جائے گی مگر مرزا کی اس پیشگوئی کا اثر یہ ہوا کہ حرمین میں ریل کی تیاری شروع ہو کر پھر رہ گئی۔

مرزا قادیانی اس سلسلہ میں لکھتا ہے کہ۔

ابھی مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کے لوگوں کے لئے ایک بھاری نشان ظاہر ہوا ہے.... حدیث یترک القلاص فلا یسعی علیھا۔ اس کی گواہ ہے پس یہ کس قدر بھاری پیشگوئی ہے جو مسیح کے زمانہ کے لئے اور مسیح موعود کے ظہور کے لئے بطور علامت تھی۔ ریل کی تیاری سے پوری ہو گئی۔ (تحفہ گولڑویہ ص۳۶ خزائن ص۱۹۵ ج۱۷۔ اربعین ص۷ ج۲۔ خزائن ص۵۷ ج۱۷۔ طبع ربوہ الشرکتہ الاسلامیہ)۔

تبصرہ و نتیجہ

حدیث میں ایسی کسی علامت کا تذکرہ نہیں۔ مرزا نے ازخود ایک چیز کو دیکھ کر حدیث یترک القلاص کو تاویل کر کے اپنے اوپر فٹ کرلیا۔ لہٰذا خدا نے اس کی تذلیل و تکذیب کے لئے اس شروع کردہ کارروائی کو ہمیشہ کے لئے روک دیا۔ چنانچہ آج تک وہ منصوبہ دوبارہ شروع نہیں ہو سکا۔ اگرچہ اس پیشگوئی کے قبل اس منصوبہ کی تیاری شروع تھی۔ خود ہندوستان سے بھی اس کے لئے فنڈ فراہم کیا گیا۔ چنانچہ اس فراہمی فنڈ کا تذکرہ مرزا نے خود بھی کیا ہے (الحکم نمبر۲ جلد۱۲ ص۲۔ جنوری ۱۹۰۸ء)۔ چونکہ یہ ریل آج تک نہیں چل سکی بلکہ اس کی پٹڑی بھی تیار نہ ہو سکی۔ لہٰذا مرزا فیل ہوا۔

چھٹی علامت

مسیح موعود کسی کا شاگرد نہ ہوگا۔

چنانچہ مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ۔

ہمارے نبی ﷺ نے اور نبیوں کی طرح ظاہری علم کسی استاد سے نہیں پڑھا تھا مگر حضرت عیسیٰؑ اور موسیٰؑ مکتبوں میں بیٹھے تھے (بالکل غلط اور بکواس۔ ناقل) اور حضرت عیسیٰؑ نے ایک یہودی استاد سے تمام توارت پڑھی تھی.... سو آنے والے کا نام مہدی رکھا گیا (بالکل جھوٹ کسی حدیث میں نہیں۔ ناقل) سو اس میں یہ اشارہ ہے کہ وہ آنے والا علم دین خدا ہی سے حاصل کرے گا اور قرآن و حدیث میں وہ کسی کا شاگرد نہ ہوگا.... سو میں حلفاً کہہ سکتا ہوں کہ میرا حال یہی ہے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ میں نے کسی انسان سے قرآن یا حدیث یا تفسیر کا ایک سبق بھی پڑھا ہو (دیکھئے مرزا کی ذاتی کتاب ایام الصلح ص۱۴۷ مندرجہ روحانی خزائن ص۳۹۴ ج۱۴)

مندرجہ بالا اقتباسات میں دو باتیں قابل توجہ ہیں۔

۱۔ حضرت موسیٰ و عیسیٰ علیہم الاسلام پر یہ جھوٹ کہ وہ مکتب میں بیٹھے تھے' حضرت عیسیٰؑ نے تورات ایک یہودی استاد سے پڑھی تھی۔ یہ سب جھوٹ اور افتراء ہے۔ جس کا کوئی بھی ثبوت نہیں۔ جب مرزا نے پہلے یہ کہہ لیا کہ ہمارے نبی ﷺ نے اور نبیوں کی طرح ظاہری علم کسی سے نہیں پڑھا۔ تو کیا حضرت موسیٰؑ و عیسیٰؑ نبی نہیں کہ انہوں نے لوگوں سے پڑھا تھا۔ گویا خود مرزا کے کلام میں تناقض پیدا ہو جاتا ہے جو اس کی منافقت اور پاگل پن کا برملا اظہار ہے۔

۲۔ دوسری بات یہ کہ مرزا نے کسی انسان سے قرآن و حدیث کا ایک سبق بھی نہیں پڑھا۔ یہ بھی بالکل جھوٹ اور ہذیان ہے۔ کیونکہ خود اس کی اپنی تحریروں میں یہ حقیقت موجود ہے کہ میری تعلیم اس طرح پر ہوئی کہ جب میں چھ سال کا تھا تو ایک فارسی خواں معلم میرے لئے نوکر رکھا گیا۔ جنہوں نے قرآن شریف اور چند فارسی کی کتابیں مجھے پڑھائیں۔ (کتاب البریہ ص۱۴۹ مندرجہ روحانی خزائن

ص ۱۸۰ ج ۱۳ حاشیہ۔ نیز ریویو آف ریلیجنز)۔

دوسری جگہ لکھا ہے کہ۔

لم یتفق لی التوغل فی علم الحدیث والاصول والفقہ الاکطل من الوبل۔ (خزائن ص ۵۴۵ ج ۵)۔

یعنی۔ مجھے علم حدیث' اصول اور فقہ میں مشغول ہونے کا بہت ہی کم اتفاق ہوا ہے۔ جیسے موسلا دھار بارش کے مقابلہ میں معمولی پھوار۔

اثبات جزئی سے دعوئی کلیت منہدم ہوجاتا ہے۔ دیکھئے اس حوالہ میں تینوں علوم میں کم علم کا اقرار و اعتراف پایا جاتا ہے۔

پھر یہ بھی ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ مرزا کی پوزیشن نیم ملا کی تھی' اسی لئے ہر علم میں کچا اور ناقص تھا۔ جس کی بناء پر ہر جگہ شیطانی تاویلات' غلط حوالہ جات اور مخفی مفہوم پیش کرتا ہے۔ حتیٰ کہ مصنفین کتب کے صحیح نام بھی نہیں لکھ سکتا۔ راقم الحروف نے "مرزا کی علمی پوزیشن" کے عنوان سے اس کی تفصیل ایک الگ مضمون میں لکھ دی ہے۔

مرزا کے استاد یہ لوگ تھے۔ فضل الٰہی' فضل احمد' گل علی شیعہ' اس کا والد غلام مرتضیٰ حکیم۔ اب دیکھئے اس علامت میں بھی مرزا قادیانی نے تناقض اور تضاد بیانی سے کام لیا ہے۔ حالانکہ سچا مسیح کسی سے پڑھا ہوا نہ ہوگا۔ نیز وہ اس قسم کی ڈینگیں مارنے کا بھی عادی نہ ہوگا۔ لہٰذا مرزا قادیانی اس علامت میں بھی ناکام اور فیل ہوگیا۔

ساتویں علامت

مرزا کا دعویٰ ہے کہ مسیح موعود آکر صلیب کو توڑے گا (البدر ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء)۔

چنانچہ آنجہانی لکھتا ہے کہ۔

باوجود ان تمام علامتوں کے طالب حق کے لئے میں یہ بات پیش کرتا ہوں کہ میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوا ہوں' یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں اور آنحضرت ﷺ کی جلالت و عظمت اور شان کو دنیا پر ظاہر کردوں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی مجھ سے ظاہر نہ ہو تو میں جھوٹا ہوں۔ پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا تھا تو پھر میں سچا ہوں۔ اگر کچھ نہ ہوا اور میں مرگیا تو پھر سب گواہ رہیں (واقعی ہم گواہ ہیں کہ تو کذاب و دجال تھا۔ ناقل) کہ میں جھوٹا ہوں۔ (

مشہور عام حوالہ۔ قادیانی اخبار بدر بابت ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء)۔

اب غلبہ اسلام اور غلبہ عیسائیت کا مفہوم بھی اسی سے سن لیجئے۔

اسی اخبار میں لکھتا ہے کہ۔

میں یقیناً کہہ سکتا ہوں اور یہ بالکل صحیح بات ہے کہ ہر طبقہ کے مسلمان عیسائی ہوچکے ہیں اور ایک لاکھ سے بھی ان کی تعداد زیادہ ہوگئی ہے (البدر ۲۰ر ستمبر ۱۹۰۶ء)۔

پھر لکھا کہ۔

اب جبکہ عیسائی مذہب کا غلبہ ہوگیا اور ہر طبقہ کے مسلمان اس گروہ میں داخل ہوچکے ہیں' اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ اسلام کو اپنے وعدے کے مطابق غالب کرے (اخبار مذکور بالا ص ۹ کالم ۱)

مندرجہ بالا دونوں عبارتوں سے معلوم ہوا کہ عیسائیت کا غلبہ یہ ہے کہ لوگ عیسائی ہو رہے ہیں۔ لہٰذا اب اسلام کا غلبہ یوں ہوگا کہ عیسائی مسلمان ہوجائیں۔ جیسے کہ احادیث میں سچے مسیح کی علامات میں مذکور ہے کہ کوئی یہودی' عیسائی باقی نہ رہے گا تو جب مرزا کے بقول اس کے زمانہ میں مسلمان ہی عیسائی ہو رہے ہیں تو مسیح کی علامت' اسلام کا غلبہ تو نہ ظاہر ہوا بلکہ اس کے برعکس صلیب کو ترقی و غلبہ حاصل ہوا چنانچہ اسی ادبار کے دور میں بڑے بڑے عالم بھی لالچ دنیوی میں آکر مرتد ہوگئے اور پادری بن گئے' جیسے پادری صفدر' عماد الدین' پادری احمد شاہ' حافظ قائم الدین' پادری سلطان محمد پال وغیرہ' تو یہ علامت مرزا کے صریح خلاف ہو کر اس کی دجالیت پر مہر لگا رہی ہے کہ واقعی یہ جھوٹا مسیح اور کذاب مدعی نبوت تھا۔

مزید ایک قادیانی رپورٹ

قادیانی خود لکھتا ہے کہ۔

ابھی کلکتہ میں جو پادری ہیکر صاحب نے اندازہ کرسٹان شدہ (عیسائی ہونے والے) آدمیوں کا بیان کیا ہے اس سے ایک نہایت قابل افسوس بات ظاہر ہوتی ہے۔ پادری صاحب فرماتے ہیں جو پچاس سال پہلے تمام ہندوستان میں کرسٹان شدہ لوگوں کی تعداد صرف ستائیس ہزار تھی اس پچاس سال میں یہ کارروائی ہوئی جو ستائیس ہزار سے پانچ لاکھ تک شمار عیسائیوں کا پہنچ گیا ہے (دیکھئے براہین احمدیہ تحت عنوان عرض ضروری بحالت مجبوری ص ۵۔ قبل از مقدمہ کتاب)۔

دوسری جگہ ہے کہ۔

دیکھو اس قدر جو لوگ عیسائی ہوگئے ہیں جن کی تعداد بیس لاکھ تک پہنچی ہے' میں نے ایک بشپ کے لیکچر کا خلاصہ پڑھا تھا' اس نے بیان کیا کہ ہم بیس لاکھ عیسائی کرچکے ہیں۔ ملفوظات احمدیہ ص ۴۷ ج ۲۔ نیز ریویو آف ریلیجنز بابت ماہ نومبر و دسمبر ۱۹۰۳ء نمبر ۲۲۵ میں لکھا ہے کہ ۲۹ لاکھ لوگ عیسائی ہو کر مرتد ہوگئے ہیں (یہ مرزا کی حقانیت کی دلیل ہے۔ ناقل)۔ عیسائیت دن بدن ترقی کر رہی ہے (پیغام صلح ۶ ر مارچ ۱۹۲۸ء)۔

دور جانے کی ضرورت نہیں' خود قادیانی کے ضلع گورداسپور کی رپورٹ ہی ملاحظہ کرلیں۔

۱۸۹۱ء میں عیسائی تعداد صرف ۲۴۰۰ تھی۔

۱۹۰۱ء میں عیسائی تعداد بہ برکت مرزا ۷۱۴۴ ہوگئی۔

۱۹۱۱ء میں عیسائی تعداد بہ برکت مرزا ۲۳۳۶۵ ہوگئی۔

۱۹۲۱ء میں عیسائی تعداد بہ برکت مرزا ۳۲۸۳۲ تک پہنچ گئی۔

۱۹۳۱ء میں عیسائی تعداد بہ برکت مرزا ۴۳۲۲۳ تک پہنچ گئی۔

اب ۱۹۳۱ء سے ۱۹۸۴ء تک مزید ۵۳ سالوں میں یہ تعداد کہاں تک پہنچ چکی ہوگی' اندازہ خود لگالیں اور مرزا قادیانی کا اعتراف پڑھیں کہ۔

اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود کو کرنا چاہئے تھا تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مرگیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں (بدر ۱۹ر جولائی ۱۹۰۶ء)۔

کسی نے سچ کہا ہے۔

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا تیرا آنا جانا

(بحوالہ محمدیہ پاکٹ بک ص ۳۵۰)

مبارک ہیں وہ لوگ جو مرزا کی ناکامی اور نامرادی پر گواہی دیتے ہیں اور انہیں کذاب و دجال سمجھ کر اس پر تین حرف (ل ع ن) بھیج کر اپنی عاقبت سنوارتے ہیں۔

آٹھویں علامت

سچا مسیح شادی کرے گا اور اس کی اولاد بھی ہوگی۔

مرزا قادیانی لکھتا ہے کہ۔

اس (محمدی بیگم کے نکاح والی) پیشگوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیشگوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا نیز صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں۔ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی ہے۔ اس جگہ رسول اللہ ﷺ اس سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳ کا حاشیہ مندرج روحانی خزائن ص ۳۳۷ ج ۱۱)۔

اس پیشگوئی کے متعلق مزید سنئے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ۔

یاد رکھو اس پیشگوئی کی دوسری جز پوری نہ ہوئی (نکاح)' تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں' یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں' یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا (خزائن ص ۳۳۸ ج ۱۱)۔

تبصرہ

ملاحظہ فرمائیے کیسی بے باکی سے مرزا قادیانی ایک حدیث رسول ﷺ کو اپنی پیشگوئی بنا رہا ہے اور پھر اس کی

صداقت پر اتنا زور دے رہا ہے گویا کہ یہ کبھی ٹل ہی نہیں سکتی۔ مگر خدائے برحق نے اس کو خوب ذلیل فرمایا کہ نہ وہ نکاح ہوا اور نہ ہی آگے اولاد کا مسئلہ بنا۔ یہ افتراء علی اللہ و علی الرسول کی سزا تھی۔ اس تفصیل کے مطابق مرزا اس علامت میں بھی مکمل فیل ہوا کہ یتزوج و یولد لہ۔

فائدہ

مرزا نے اس پیشگوئی کے پورا نہ ہونے کے بعد بہت سی تاویلات کیں کہ یہ مشروط تھی مگر جس حدیث کو اپنی تائید میں پیش کر رہا ہے' اس میں کسی شرط یا کسی تاویل کا اشارہ تک نہیں۔ ایسے ہی مرزا کی آخری بڑک میں بھی اس کا کوئی ذکر نہیں۔ لہٰذا مرزا قادیانی اس علامت میں سو فیصد ناکام اور فیل ہوا۔

فلعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین والمفترین الف الف لعنۃ الی یوم الحساب۔

نویں علامت

سچے مسیح دنیا میں ۴۵ برس رہیں گے۔

اس سلسلہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ۔

۱۔ میرا یہ دعویٰ تو نہیں کہ کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا بلکہ میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانے میں خاص کر دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے(ازالہ اوہام ص ۷۲، ۷۳)۔

۲۔ ہاں اس بات سے انکار نہیں کہ شاید پیشگوئی کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو(ازالہ ص ۲۹۹)۔

تبصرہ

مرزا صاحب نزول سے مراد پیدائش بتلاتے ہیں۔ لہٰذا مرزا کو صرف ۴۵ برس زندہ رہنا چاہئے تھا۔ مگر یہ ۶۹ برس تک پہنچ گیا۔ معلوم ہوا کہ یہ وہ مسیح برحق نہیں بلکہ مسیح کاذب ہے۔ تو اس علامت کے بھی نہ پائے جانے کی بنا پر مرزا ناکام اور فیل ہوا۔

دسویں علامت

سچے مسیح کا روضہ رسول ﷺ میں مدفون ہونا۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

اور اس کے معنی کو ظاہر پر ہی حمل کریں((وہ تو کرنا ہی پڑے گا کیونکہ النصوص تحمل علیٰ ظواہرھا) اور حدیث کو صحیح بھی مان لیں تو ممکن ہے کہ کوئی مثیل مسیح ایسا بھی ہو جو آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو(دیکھئے ازالہ اوہام ص ۴۷۰ مطبع لاہور)۔

نیز مرزا نے لکھا کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

باقی ص ۱۸ پر

بابو شفقت قریشی سہام

عازمینِ حج کیلئے

اہم معلومات اور مفید مشورے

عازمین حج کے لئے اہم معلومات

لغت میں احرام کے معنی ہیں حرام کرنا۔ جب ایک شخص حج یا عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر تلبیہ پڑھ لیتا ہے تو اس پر چند حلال اور مباح چیزیں جن میں شکار کرنا اور ازدواجی تعلق وغیرہ شامل ہیں احرام کی وجہ سے حرام ہو جاتی ہیں۔ جس طرح نماز کے لئے تکبیر تحریمہ شرط ہے اسی طرح حج و عمرہ کی نیت کے لئے احرام شرط ہے۔ احرام ثابت ہونے کے لئے نیت اور تلبیہ دونوں شرط ہیں۔ مجازاً" ان دو چادروں کو احرام کہا جاتا ہے جو حج یا عمرہ کرنے والا حالت احرام میں استعمال کرتا ہے۔ احرام باندھنے کے بعد یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ اس وقت تک احرام نہ کھولا جائے جب تک حج یا عمرہ جسکے لئے احرام باندھا گیا تھا کے تمام افعال پورے نہ کرلئے جائیں۔ یعنی احرام باندھنے کے بعد افعال حج و عمرہ پورے کرنا لازم ہو جاتا ہے۔ جب ایک مومن احرام باندھ کر نیت کے بعد تلبیہ یعنی لبیک اللّٰھم لبیک پورا پڑھتا ہے۔ تو وہ محرم کہلاتا ہے۔ اگر کوئی محرم افعال حج و عمرہ مکمل کئے بغیر احرام ختم کردے تو اس پر نہ صرف قضا واجب ہو جاتی ہے بلکہ کفارہ بھی ادا کرنا پڑتا ہے۔

احرام کا باندھنا چار طرح سے ہوتا ہے۔ صرف حج کا احرام باندھنا اور عمرہ کو ساتھ نہ ملانا حج افراد کہلاتا ہے اور صرف حج کا احرام باندھنے والے کو منفرد کہا جاتا ہے اہل حرم۔ اہل حل۔ اہل میقات اور حج بدل کرنے والے آفاقی حج افراد کا احرام باندھتے ہیں۔ حج کے مہینوں میں پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر افعال حج پورے کرنے حج تمتع کہلاتا ہے۔ عمرہ اور حج کو ایک ہی احرام میں جمع کرنا دونوں کی اکٹھی نیت کرکے اور عمرہ کے افعال مکمل کرکے احرام نہ کھولنا اور اسی احرام میں حج کرنا قران اور کرنے والا قارن کہلاتا ہے چوتھی صورت یہ ہے کہ صرف عمرہ کے لئے احرام باندھا جائے طواف۔ سعی اور حلق یا قصر کے بعد احرام کھول دیا جائے۔ احرام کی مذکورہ تمام صورتیں شروع ہیں لیکن قران اور تمتع صرف آفاقیوں یعنی میقات سے باہر رہنے والوں کے لئے جائز ہے۔ لیکن ان کے لئے احرام حج کے مہینوں میں باندھنا ضروری ہوتا ہے۔ البتہ احرام عین میقات سے بھی باندھا جاسکتا ہے اور اس سے پہلے یعنی گھر سے روانگی کے وقت بھی باندھا جاسکتا ہے۔ قران یا تمتع کا احرام اہل حرم۔ اہل حل اور اہل میقات کے لئے باندھنا جائز نہیں ہے وہ صرف افراد کا یا عمرہ کا احرام باندھ سکتے ہیں احرام حج کے لئے شرع نے کچھ شرائط مقرر کی ہیں جنکا پورا کرنا ضروری ہوتا ہے۔ مثلاً" احرام باندھنے والے کے لئے ضروری ہے کہ وہ مسلمان ہو۔ بالغ ہو۔ آزاد ہو۔ عقل مند ہو یعنی اسے اچھی طرح سے معلوم ہو کہ وہ کس مقصد کے لئے احرام باندھ رہا ہے اور اچھی طرح سے تمیز کرسکتا ہو۔ احرام حج کے لئے حج کا زمانہ ہونا اور حج کی جگہ یعنی مقامات کا ہونا ضروری ہے۔ مثلاً" بیت اللہ شریف۔ منیٰ عرفات اور مزدلفہ وغیرہ۔ محرم کے لئے ضروری ہے کہ افعال حج خود ادا کرسکتا ہو بشرطیکہ کوئی عذر مانع نہ ہو۔ احرام کے بعد سے وقوف عرفہ سے پہلے تک ازدواجی تعلق ہرگز قائم نہ کرنا۔ جس سال اور جس حج کے لئے احرام باندھا گیا ہو اسی میں مناسک حج ادا کرنا۔ اور حج کو کسی بھی صورت میں جانے سے فاسد نہ کرنا۔

احرام باندھ کر حج یا عمرہ کی نیت کرنے کے بعد تلبیہ پڑھنا یا اس کے قائم مقام کوئی اور ذکر کرنا بھی شرائط احرام میں شامل ہے۔ اگر تلبیہ پڑھ لیا مگر نیت نہ کی تو احرام کی شرط پوری نہیں ہوگی گویا احرام حج نہیں ہوگا۔ ایک بار تکبیر کہنا شرط (فرض) ہے اور ایک سے زیادہ دفعہ کہنا سنت ہے لیکن اس کا ترک کرنا یعنی تلبیہ بالکل نہ پڑھنا برا ہے اور ایسا کرنے والا گنہگار بھی ہوگا۔ میقات سے احرام باندھ کر ممنوعات احرام سے بچنا واجب ہے۔ جبکہ حج کا احرام حج کے مہینوں میں اپنے ملک کی میقات سے باندھنا۔ احرام سے پہلے غسل یا وضو کرنا۔ احرام کی نیت سے پہلے بدن پر خوشبو لگانا۔ احرام کی سنت کی نیت سے دو رکعت نماز ادا کرنا بغیر کمی بیشی کے پورا تلبیہ پڑھنا اور کم از کم تین بار تلبیہ ادا کرنا اور بلند آواز سے پڑھنا۔ ایک چادر کا تہبند باندھ لینا اور دوسری اوڑھ لینا سنت احرام ہے۔ مستحب یہ ہے کہ احرام باندھنے سے پہلے پورے بدن کی صفائی کی جائے۔ غیر ضروری بال دور کئے جائیں۔ حجامت بنوائی جائے۔ ناخن کاٹے جائیں۔ غسل کرتے وقت غسل احرام کی نیت کی جائے۔ دل اور زبان سے ایک ساتھ نیت کی جائے اور میقات سے پہلے احرام باندھنا بھی مستحبات احرام میں شامل ہے۔

احرام باندھنے کے بعد محرم پر بہت سی پابندیاں عائد

ہوجاتی ہیں۔ جن میں سے کچھ کے ارتکاب سے جزاء لازم آجاتی ہے۔ جیسے بدلہ نہ ۔دم یا صدقہ کہتے ہیں۔ جبکہ کچھ ایسی ہیں کہ ان کے ارتکاب سے جزاء تو لازم نہیں آتی مگر مکروہات احرام میں شامل ہوجاتی ہیں۔ احرام کی حالت میں مردوں کے لئے عادت کے مطابق سلے ہوئے کپڑے مثلاً شلوار قمیض۔ پاجامہ اور جسم کی ہیئت کے مطابق ہر قسم کا سلا ہوا کپڑا پہننے کی ممانعت ہے۔ سر کو ٹوپی پگڑی یا چادر وغیرہ سے ڈھانکنے کی اجازت نہیں ہے۔ حالت احرام میں نماز بھی ننگے سر ہی ادا کرنا ہوتی ہے۔

البتہ خواتین کو سلے ہوئے کپڑے پہننے کی ممانعت نہیں ہے۔ پاؤں میں ایسا جوتا پہننا منع ہے جو پاؤں کی درمیانی ابھری ہوئی ہڈی کو ڈھانپ لے۔ ہوائی چپل پہنے جاسکتے ہیں۔ حالت احرام میں موزے جرابیں اور دستانے پہننے کی اجازت نہیں ہے۔ احرام کی حالت میں مردوں اور عورتوں دونوں کو اپنے چہروں کو نہ ڈھانکنا چاہئے پیشانی رخسار اور سر پر پٹی بھی نہیں باندھنی چاہئے۔ محرم کو نہ تو جسم پر اور نہ ہی کپڑوں پر کسی قسم کی خوشبو لگانی چاہئے اور نہ خوشبو کو ہاتھ سے چھونا چاہئے۔ تیل خوشبودار ہو یا بغیر خوشبو کے ہو استعمال نہیں کرنا چاہئے۔ آنکھوں میں خوشبودار سرمہ لگانا بھی منع ہے۔ حالت احرام میں جسم کے کسی بھی حصہ سے بھی نہ تو بال خود مونڈنے۔ کاٹنے یا کسی دوسرے طریقے سے دور کرنے کی اجازت ہے اور نہ ہی کسی دوسرے سے کٹوانے کی اجازت ہے۔ حالت احرام میں کسی دوسرے کے بال کاٹنے یا مونڈنے کی بھی اجازت نہیں ہے۔ محرم کو رفث یعنی جماع یا اسکے محرکات۔ فسوق یعنی کسی سے بدکلامی۔ گالی گلوچ۔ جدال یعنی لڑائی جھگڑا اور فساد کرنے کی سختی سے ممانعت ہے۔ خشکی کے جانور کو شکار کرنا۔ پکڑنا۔ انڈے توڑنا۔ اسکا گوشت کھانا اسکے انڈے کھانا اور شکاری کی مدد کرنا یہ سب امور ممنوع حالت احرام میں آتے ہیں۔ اپنے جسم یا دوسرے کے جسم کی جوؤں کو مارنا یا مارنے کے لئے دھوپ میں پھینکنا حالت احرام میں منع ہے۔ گو کہ مکروہات احرام کے ارتکاب سے کوئی جزاء لازم نہیں آتی تاہم انکی پابندی بھی ضروری ہے۔ میل دور کرنا۔ سر اور داڑھی میں کنگھی کرنا اور بالوں کو شدت سے کھجانا۔ چادر اور تہبند میں گرہ لگانا۔ خوشبو سونگھنا۔ جسم کے کسی حصہ پر پٹی باندھنا تکیہ اوندھے منہ لیٹنا۔ عورت کا اونچی آواز میں تلبیہ پڑھنا۔ حالت احرام میں یا عام لباس میں حدود حرم میں سے گھاس یا درخت کاٹنا اور حرم کے جانور کو چھیڑنا۔ تکلیف پہنچانا یا شکار کرنا منع ہے۔

مفید مشورے

جہاں تک پاکستانی عازمین حج کے جذبے۔ عقیدت اور احترام کا تعلق ہے اسکی مثال دنیا میں ملنی مشکل ہے لیکن تقریباً ایک لاکھ عازمین حج میں سے بمشکل چند ہزار حج کے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کی طرف توجہ دیتے ہیں جبکہ باقی ماندہ میں سے کچھ تو یہ کہتے ہیں کہ ہم نے صرف حاضری دینی ہے قبول کرنے والی اللہ کی ذات ہے جبکہ بعض کا خیال ہوتا ہے کہ معلم آخر کس مرض کی دوا ہیں۔ ایک طبقہ وہ ہے جو یہ سمجھتا ہے کہ ان کے عزیز سعودیہ میں ہی ہیں وہ حج کرا دیں گے جب کہ کچھ عازمین حج یہ سمجھتے ہیں کہ عید یا جمعہ کی نماز کی طرح مسجد نمرہ میں نماز ہوگی اور بس حج ہوگیا۔ حالانکہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ اگر صرف حاضری دینا ہی تسلیم کرلیا جائے تو بھی اسکے آداب سیکھنا ضروری ہوتا ہے۔ معلم اب کتب کہلاتا ہے اور اب کے ذمہ مناسک حج و عمرہ کی ادائیگی میں مدد کرنا شامل نہیں ہے۔ اس کے ذمہ صرف انتظامی امور مثلاً بسوں۔ خیموں کی فراہمی اور پاسپورٹوں کی حفاظت وغیرہ ہوتی ہیں۔ سعودیہ میں قیام پذیر عزیزو اقارب ہر موقع پر مدد کرنے سے اس لئے قاصر ہوتے ہیں کہ ان کو ایئرپورٹ کے اندر جانے کی اجازت ہوتی ہے نہ بس میں ساتھ سفر کرنے اور نہ ہی کمروں اور خیموں میں ساتھ رہنے کی۔ اور یہ تاثر بھی غلط ہے کہ مسجد نمرہ میں کوئی حج کی نماز ہوتی ہے وہاں تو ظہر اور عصر کی نمازیں ملا کر پڑھائی جاتی ہیں۔ چنانچہ ہر عازم حج کے لئے ضروری ہے کہ اسے نہ صرف مناسک حج بلکہ سفر حج۔ اور انتظامات حج کے بارے میں مکمل آگاہی ہونا چاہئے۔

حج کا سفر تقریباً چالیس دنوں پر محیط ہوتا ہے۔ بیرونی ممالک کے دوسرے سفروں سے یہ بالکل مختلف اس لئے ہوتا ہے کہ ان میں صرف دنیوی فوائد مقصود ہوتے ہیں جبکہ سفر حج اخروی فوائد کے لئے کیا جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس میں دوسرے سفروں کی نسبت آزمائشیں زیادہ ہوتی ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہوتا ہے کہ حج کوئی خاص مشکل کام نہیں ہے جبکہ دوسروں کا کہنا ہے کہ اتنا مشکل ہے کہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں۔ دونوں خیال اپنی جگہ پر درست سہی لیکن حقیقت یہ ہے کہ نہ حج بہت آسان ہے اور نہ ہی انتہائی مشکل۔ بات صرف سمجھنے کی ہے عربی دعائیں چونکہ زبانی یاد نہیں ہوسکتیں۔ انتظار۔ بے آرامی۔ بے سکونی۔ گھر کی نسبت آرام و آسائش کم ہونا۔ دھکم پیل۔ فرشی بستر۔ مشترکہ غسل خانے اور بیت الخلاء۔ بسوں کے حصول کے لئے لمبی قطاریں۔ گرمی کی شدت اور اپنی پسند کا کھانا نہ ملنا وغیرہ مشکلات کا سبب بنائے جاتے ہیں۔ حج کو آسان بنانے والے یوں کہتے ہیں عمرہ کر کے احرام کھول دیا پھر حج کا احرام باندھ کر منیٰ۔ عرفات مزدلفہ گئے واپس آکر آخری طواف کیا اور مدینہ شریف حاضری دیکر گھر آگئے۔ اسکی مثال یوں ہے کہ امتحانی پرچہ ایک ہی ہوتا ہے بعض طالب علم اسے

انتہائی مشکل جبکہ دوسرے انتہائی آسان بتاتے ہیں اصل بات تیاری کی ہوتی ہے۔ جسکی تیاری ہو ان کو آسان اور جن کی نہ ہو ان کو مشکل لگتا ہے۔ حج کی تیاری دو طرح کی ہوتی ہے ایک تو گھر سے لے کر واپس گھر تک کے تمام مراحل سے بخوبی واقف ہونا اور دوسرے افعال حج و عمرہ کی ادائیگی۔ احرام و حرم کی پابندیوں کا علم ہوجانا اور کسی غلطی کی صورت میں کفارہ کی ادائیگی وغیرہ سے آگاہ ہونا۔ کامیابی کی اطلاع مل جانے کے بعد سے لیکر روانگی تک تیاری کے سلسلے میں حقوق العباد کی کوتاہیوں کو دور کرنے کے ساتھ ساتھ استعمال کی ضروری اشیاء اور سفری کاغذات کی تکمیل کی طرف خصوصی توجہ دینا بے حد ضروری ہوتا ہے حاجی کیمپ سے پاسپورٹ۔ ٹکٹ۔ زرمبادلہ کے حصول اور ایئرپورٹ سے روانگی تک کی معلومات حاصل ہونی چاہئیں۔ جدہ ایئرپورٹ کی مصروفیات۔ مکہ معظمہ کے لئے بسوں کا حصول۔ خدام یا رہبر حجاج کا کردار۔ مکہ معظمہ پہنچ کر معلمین اور وہاں کے رہائشی انتظامات کے بارے میں باخبر ہونا بے حد ضروری ہے۔ منیٰ۔ عرفات۔ مزدلفہ روانگی قیام واپسی اور مدینہ منورہ آنے جانے کا طریقہ اور وہاں کی مصروفیات۔ سعودی اور پاکستان کی طرف سے کئے گئے بہبود کے انتظامات۔ ویلفیئر اور طبی مراکز سے استفادہ کرنے کا طریقہ اور اسی طرح واپسی کے پروگراموں بشمول کسٹم قوانین وغیرہ کی تفصیل جاننا بے حد ضروری ہوتا ہے۔

سفر حج کی تیاری کے سلسلے کا دوسرا نہایت اہم کام یہ ہے کہ مناسک حج و عمرہ کے بارے میں مکمل معلومات اور آگاہی حاصل کرنا شروع کردینا چاہئے۔ وزارت مذہبی امور کی طرف سے جو حج کالٹریچر ملے اسے سجا کر یا سنبھال کر رکھ نہ لیا جائے بلکہ بار بار پڑھ کر سمجھا جائے۔ علماء کرام۔ تربیت گاہوں۔ مساجد۔ ریڈیو سرکاری اور نجی سطح پر ترتیب دیئے گئے پروگراموں سے استفادہ کیا جائے۔ مختصر عربی دعائیں ازبر کی جائیں اگر یاد نہ ہوسکیں تو دیکھ کر پڑھنے اور خصوصی طور پر تلبیہ یعنی پورا لبیک اللّٰھم لبیک پڑھنے کی اچھی طرح مشق کرنی چاہئے۔ حج بدل کے عازمین حج کو معلوم ہونا چاہئے کہ حج بدل دو قسم کا ہوتا ہے اگر کوئی دوسرا اپنے خرچ پر کسی کو مامور کرے تو وہ حج بدل فرض کہلاتا ہے۔ اسکے لئے حج افراد یعنی صرف حج کا احرام باندھا جائے ساتھ عمرہ نہ ملایا جائے۔ اپنے خرچ پر جاکر اگر کسی اپنے عزیز کو ایصال ثواب کرنا چاہیں تو وہ حج بدل نفلی کہلاتا ہے۔ اسکے ساتھ عمرہ ملا سکتے ہیں یعنی حج تمتع کرسکتے حج قران کے خواہش مند عمرہ اور حج دونوں کا اکٹھا احرام باندھ کر عمرہ کر کے احرام نہیں کھولیں گے اور اسی احرام میں افعال حج پورے کریں گے۔ سورہ الکافرون۔ تلبیہ۔ تیسرا اور چوتھا کلمہ۔ ربنا آتنا والی پوری دعا اور چند دوسری مختصر عربی دعائیں یاد کرلیں تو کم پڑھے لکھے حضرات کا گذارہ بھی ہوجائیگا۔ مدینہ منورہ میں احرام کی ضرورت نہیں پڑے گی البتہ حج سے پہلے اگر جائیں تو ساتھ اسلئے تلبیہ جائیں کہ بیر علی سے عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ معظمہ آنا ہوگا۔ حج تمتع بے حد مقبول طریقہ ہے جسکی ترتیب یوں ہے۔ حاجی کیمپ یا ایئرپورٹ سے غسل یا وضو کر کے عمرہ کی نیت سے احرام باندھ کر دو نفل ادا کریں اور عمرہ کی نیت کرلیں۔ تین بار پورا لبیک پڑھیں احرام کی پابندیوں کے ساتھ مکہ معظمہ پہنچ کر اور مل کر طواف کعبہ

مولانا محمد اشرف قریشی

اسلام اور سیکولرازم

آج کل بعض حلقوں کے نام نہاد دانشوروں کی جانب سے یہ آواز اٹھائی جا رہی ہے کہ اسلام اور سیکولرازم میں کوئی تضاد نہیں ہے اور مقتدر حلقوں کی کوششیں اور پروپیگنڈہ ہے کہ پاکستان کو سیکولر حکومت ہونا چاہیے جبکہ جمہور مسلمان ان دونوں نقطہ ہائے نظر کو غلط قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک اسلام اور سیکولرازم دو متضاد نظریے اور مستقل بنیادوں پر قائم ایک دوسرے کے مخالف نظام ہیں۔ اس لئے پاکستان میں سیکولر حکومت قائم نہیں ہو سکتی ان متضاد متخالف نظریوں کی حقیقت کیا ہے؟ یہ جاننے کے لئے ذرا تفصیل کے ساتھ علمی جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔

سیکولرازم کیا ہے

سب سے پہلے یہ سوال کہ سیکولرازم کیا ہے؟ اس کی وضاحت یہ کی گئی ہے کہ سیکولرازم حکومت چلانے کا ایک ایسا طریقہ ہے جس میں مذہب کا کوئی دخل نہ ہو۔ دراصل اس کی ابتداء غیر مسلموں سے ہوئی۔ اس لیے ہم سیکولرازم کی تعریف ان کی کتابوں سے نقل کرتے ہیں۔ انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا جلد دہم صفحہ ۵۹۴ پر سیکولرازم کے بارے میں یہ نوٹ مذکور ہے۔

اس کا ترجمہ۔ مولانا وصی مظہر ندوی صاحب کے الفاظ میں کچھ اضافہ کے ساتھ اس طرح ہے کہ "سیکولرازم معاشرہ میں اس تحریک کا نام ہے جو (معاشرہ کو) روز آخرت سے پھیر کر زمینی زندگی کی طرف لاتی ہے' قرون وسطٰی میں مذہبی لوگوں کے اندر انسانی معاملات کو حقیر سمجھنے کا رجحان پایا جاتا تھا اور خدا و آخرت کی زندگی کی طرف دھیان زیادہ تھا۔ قرون وسطٰی کے اس رجحان کے رد عمل کے طور پر نشاۃ جدیدہ کے دور میں سیکولرازم نے انسانی حقوق کے ارتقاء میں اپنا بھرپور مظاہرہ کیا۔ تب لوگ انسانی ثقافت کی کامرانی اور دنیا میں اس کی تکمیل کی ممکنہ صورتوں میں بہت زیادہ دلچسپی کا مظاہرہ کرنے لگے۔ جدیدیت کے کامل زمانہ کے دوران سیکولرازم تحریک نے ترقی کی اور سیکولرازم کو اکثر "مخالف عیسائیت" اور "مخالف مذاہب" تحریک کی حیثیت سے دیکھا گیا ہے۔

مولانا ندوی نے ایک اور کتاب "آکسفورڈ ایڈوانسڈ لرنرز ڈکشنری آف کرنٹ انگلش" کے صفحہ ۷۷۱ سے سیکولرازم کے بارے میں یہ نقل کیا ہے کہ "سیکولرازم اس نقطۂ نظر کو کہتے ہیں کہ اخلاقیات اور تعلیم کو مذہب کی بنیاد پر قائم نہیں ہونا چاہیے"۔

سیکولرازم کی مندرجہ بالا تعریف سے یہ بات واضح ہو گئی کہ سیکولر حکومت کی تشکیل میں مذہب کا کوئی دخل نہیں ہے۔ افراد انسانی اپنی معاشرت و معیشت کے لیے لائحہ عمل مذہبی تعلیم کے بغیر تجویز کرتے ہیں۔ کسی مذہب کو دوسرے مذہب پر فوقیت حاصل نہیں ہوتی۔

سیکولرازم کی تعریف و خصوصیات ملاحظہ کرنے کے بعد اب ہم دیکھتے ہیں کہ کیا اسلام اور سیکولرازم جمع ہو سکتے ہیں؟ اسلام و دیگر مذاہب میں یہ فرق ہے کہ دیگر مذاہب صرف عقیدہ و عبادات کا درس دیتے ہیں جبکہ اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔ اس میں عقیدہ و آخرت کو بیان کیا گیا ہے تو دنیا کی اجتماعی و فلاحی زندگی کے لیے سیاست' معیشت و معاشرت کے بھی احکامات دیے ہیں۔ ان میں سے بعض احکام قطعی و ضروری ہیں اگر ان سے روگردانی کی گئی تو اسلامی حیثیت میں فرق آ سکتا ہے اور آخرت تباہ ہو سکتی ہے۔ اس لیے دیگر مذاہب کے لیے تو سیکولرازم موافق ہو سکتا ہے لیکن اسلام اور سیکولرازم میں کبھی موافقت نہیں ہو سکتی۔ یہ واضح رہے کہ ہمارے مخاطب مسلمان ہیں اور ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ بحیثیت مسلمان سیکولرازم ان کے موافق ہے یا نہیں۔ اس وضاحت کے بعد اب ہم اسلام کے ان احکامات پر توجہ ڈالتے ہیں جو سیاست' معاشرت' معیشت و ریاست سے متعلق ہیں۔

امیر (حکمران) کا تقرر۔ عقائد کی مشہور کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے۔ الاجماع علی ان نصب الامام واجب یعنی مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنا امام (امیر) مقرر کریں اور اس پر اجماع ہے۔ اس کی دلیل میں علامہ تفتازانیؒ نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ جو مر گیا اور اس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں جانا تو وہ جاہلیت کی موت مرا۔ امیر مقرر کرنے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ اسی وجہ سے امت یعنی صحابہ کرام نے نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد سب سے زیادہ اہمیت اسی کو دی یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ کو قبر مبارک میں اتارنے سے پہلے امیر مقرر کیا۔ اس حکم پر عمل ہر زمانہ میں ہوتا رہا کہ ایک امیر کی وفات کے بعد دوسرا امیر فوراً مقرر کر دیا جاتا تھا۔ امیر مقرر کرنے کی وجوب کی دوسری دلیل یہ بیان کی کہ بہت سے شرعی واجبات امیر پر موقوف ہیں یعنی امیر ہی ان کو نافذ کر سکتا ہے۔ ان احکامات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ مسلمانوں کے لیے امیر ہونا ضروری ہے تاکہ وہ مسلمانوں کی اجتماعی زندگی سے متعلق احکام کی تنفیذ کرے' حدود قائم کرے' سرحد کی حفاظت کا انتظام کرے' جہاد کے لیے فوجوں کو تیار کرے' صدقات وصول کرے' ظالموں' دہشت گردوں' چوروں اور ڈاکوؤں کو ڈرا دھمکا کر مغلوب کرے۔ جمعہ و عیدین کو قائم کرے' مقدمات کا فیصلہ کرے' نابالغ بچے و بچیاں جس کا کوئی سرپرست نہیں ان کی شادی کا انتظام کرے' مال غنیمت کو غازیوں میں تقسیم کرے۔

عقائد کی دوسری مشہور کتاب مسایرہ اور اس کی شرح مسامرہ میں بھی اسی کو بیان کیا ہے۔ امیر کے وجوب کے بارے میں فرمایا کہ اس وجوب کا ثبوت دلیل نقلی سے ہے دلیل عقلی سے نہیں۔ یعنی اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے ثابت ہے نہ کہ صرف عقل سے۔ امیر مقرر کرنے کی اہمیت کی بارے میں فرمایا اس لیے کہ امیر مقرر کرنا ان اہم و بلند امور میں سے ہے جس سے عام مردوں' عورتوں' بچوں اور بڑوں کی دینی و دنیوی مصالح متعلق ہیں۔ دینی مصالح مثلاً" اسلامی احکام کا نفاذ' حدود کا قیام' سرحدوں کی حفاظت اور کلمہ حق کی بلندی کے لیے جہاد امیر پر موقوف ہیں۔ نیز آگے چل کر فرمایا کہ امیر مقرر کرنے کا صرف دنیوی مصلحت کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ امیر مقرر کرنا خاص و اصلی مقصد امور دین کو قائم کرنا ہے یعنی دین کو طاعات کے اخلاص' سنن نبویہ کا احیاء اور بدعتوں کی بیخ کنی کے طرز پر ریاست کا شعار بنانا ہے تاکہ بندے اپنے مولیٰ سبحانہ کی اطاعت کامل طور پر کر سکیں۔

مندرجہ بالا بیان سے واضح ہو گیا کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ امیر مقرر کریں۔ اگر مقرر نہ کریں گے تو وہ گناہگار ہوں گے۔ انہی کے مقاصد کا بھی بیان ہوا کہ ان مقاصد کے لیے امیر مقرر کریں۔ ان میں سے بعض مقاصد دینی ہیں اور بعض مقاصد دنیوی۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف امیر مقرر کرنا کافی و ضروری ہے یا مقاصد کا حصول بھی ضروری ہے؟ اس کے جواب کے لیے ہم عقائد کی مشہور کتاب شرح مواقف ملاحظہ کرتے ہیں۔ اس میں ہے کہ جب مسلمانوں کے احوال میں خلل واقع ہو جائے اور دینی امور مٹنے لگیں تو امت پر واجب ہے کہ اس وقت کے امیر کو معزول کر دیں جس طرح ان کے ذمہ یہ لازم ہے کہ وہ ریاست کے انتظام اور دین کے اعلاء کے لیے امیر مقرر کریں۔ ثابت ہوا کہ امیر مقرر کرنا اور اسے معزول کرنا خالص شرعی مسئلہ ہے۔ اسے دنیوی مسئلہ سمجھ کر غیر اسلامی نظریات پر منطبق کرنا اپنی مسلمانی حیثیت کو مشکوک کرنا اور

آخرت کو تباہ کرتا ہے۔ آج کل سیاست کو خالص دنیوی مسئلہ سمجھ کر اسے دین سے علیحدہ کرلیا گیا ہے حالانکہ مسلمان کے لیے سیاست دنیوی امر ہونے کی بہ نسبت دینی امر زیادہ ہے۔ علامہ شامیؒ نے ردالمحتار میں سیاست سے متعلق نقل کیا ہے کہ

"سیاست کا مطلب دنیا و آخرت کے نجات والے راستہ کی رہنمائی کے ذریعہ مخلوق کی اصلاح چاہنا۔ سیاست کی دو قسمیں ہیں۔ ظالم۔ شریعت اسے حرام قرار دیتی ہے۔ عادل۔ یعنی ظالم سے حق وصول کریں' مظالم کو دور کرے' فساد مچانے والوں کی جڑ کاٹ دے اور شریعت کے مقصد کی طرف پہنچائے۔ اس سیاست پر عمل کرنے اور حق کے اظہار میں اس پر اعتماد کرنے کو شریعت واجب قرار دیتی ہے"۔

یہ تو امیر مقرر کرنے اور سیاست سے متعلق شرعی حکم تھا اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی سیاست مذہب سے جدا نہیں ہو سکتی جبکہ سیکولر حکومت میں سیاست و مذہب دونوں جدا ہیں۔ مذہب کا سیاست میں دخل نہیں ہے۔

۲۔ امیر کی صفات۔ مسلمانوں کے امیر کے لیے ضروری ہے کہ وہ مسلمان' مرد' عاقل' بالغ اور ہر اخلاقی جرم سے پاک ہو ((شرح عقائد نسفی و مسامرہ)۔ جبکہ سیکولر حکومت میں غیر مسلم' عورت اور فاسق بھی امیر بن سکتا ہے۔

۳۔ جہاد۔ جہاد سے متعلق شریعت کا حکم یہ ہے کہ امیر پر واجب ہے کہ وہ ہر سال کافروں کی طرف ایک دفعہ یا دو دفعہ فوج بھیجے اور عوام پر امیر کی اعانت کرنا لازم ہے (رد المحتار)۔ جہاد کا حکم قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ اس کی حکمت و فلسفہ کو بیان کرنا مستقل موضوع ہے۔ ہمارے اس موضوع کے لیے مسلمان کو صرف اتنا بتادینا کافی ہے کہ جہاد کی فرضیت قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ جہاد کا حکم منسوخ نہیں ہوا بلکہ قیامت تک جاری رہے گا۔ تمام مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ جہاد قائم کرنے کے لیے اپنے طور پر کوشش کریں اور مجاہدین کو جہاد میں بھیجنے کے لیے اسباب مہیا کریں۔ اگر مسلمانوں نے ایسا نہیں کیا تو سب گناہگار ہوں گے۔ ظاہر ہے کہ اتنے عظیم الشان کام کو انجام دینے کے لیے امیر کی ضرورت ہے۔ امیر کے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ اگر سیکولر حکومت قائم کی جائے تو جہاد کے اس حکم پر عمل نہیں ہو گا اور یہ حکم "معطل ہو جائے گا۔

۴۔ حدود کا نفاذ۔ شریعت نے بعض گھناؤنے جرائم پر سزائیں مقرر کی ہیں تاکہ معاشرہ ان جرائم سے پاک ہو جائے۔ لیکن ان کے نفاذ کے لیے ضروری ہے کہ امیر ان کو نافذ کریں۔ امیر کی اجازت کے بغیر کسی علاقہ والے ان حدود کو قائم و نافذ نہیں کر سکتے۔ یہ سزائیں ان غیر مسلموں کے لیے بھی ہیں جو مسلمانوں کے ملک میں ذمی (اقلیت) کی حیثیت سے رہتے ہیں۔ شرعی مسئلہ ہے کہ اگر کوئی کافر مسلمان عورت سے زنا کرے تو اس پر حد قائم کی جائے گی۔ اگر کوئی کافر نبی کریم ﷺ کو گالی دے اور اس کی عادت بنالے تو اسے قتل کیا جائے گا اگرچہ وہ عورت ہو (ردالمحتار)۔ اگر سیکولر حکومت ہو تو حدود کا قیام بھی ناممکن معلوم ہوتا ہے خاص کر غیر مسلموں کے حق میں۔ کیونکہ سیکولر حکومت کی تعریف کی رو سے ایک مذہب والے دوسرے مذہب والوں پر کوئی جبر نہیں کر سکتے۔ گستاخ سلمان رشدی کو سیکولر حکومت میں پناہ و تحفظ حاصل ہے اور اس کے خلاف کوئی چارہ جوئی نہیں ہو سکتی۔

۵۔ دین کی تبلیغ و امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ تمام مسلمانوں کے ذمہ واجب ہے کہ وہ اسلامی احکام پر عمل کرتے ہوئے دوسروں تک ان احکامات کو پہنچائیں اور انہیں مسلمان بنانے کی کوشش کریں۔ خود مسلمان آپس میں ایک دوسرے کو بھی نصیحت کرتے رہیں۔ صحابہ کرام اور ان کے متبعین کے اسی جذبہ سے اسلام اطراف عالم میں پھیلا اور آج ہم بحمد للہ مسلمان ہیں۔ نیز امیر پر اس کی اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اس کا خاص اہتمام کرے' کافروں کے پاس تبلیغی وفود بھیجے' شک کرنے والوں کے شکوک و شبہات کو دلائل سے دور کرنے کی کوشش کرے' الحاد و بدعت پھیلانے والوں کو زجرو تنبیہہ کرے' منکرات شرعیہ کا استیصال کرے اور پاکیزہ معاشرہ قائم کرے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "وہ لوگ اگر ہم انہیں زمین میں قوت و غلبہ عطا فرمادیں تو وہ نماز قائم کرتے ہیں' زکوٰۃ دیتے ہیں اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرتے ہیں" (الحج ۴۱)۔ اگر سیکولر حکومت ہو تو یہ تمام احکام "معطل ہو جائیں گے کیونکہ سیکولر حکومت کے تحت مذہب ایک نجی معاملہ ہے' ریاست کو اس میں دخل دینے کی ضرورت نہیں ہے۔

۶۔ مسلمان ملک کے غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ۔ مسلمانوں کے ملک میں جو غیر مسلم رہتے ہیں' ان کے بارے میں اسلامی حکومت کو یہ اختیار ہے کہ وہ ان کی حفاظت کے لیے ان کے نوجوانوں سے جزیہ وصول کرے۔ نیز ان کے لیے یہ بھی حکم ہے۔ کہ ان کے پرانے عبادت خانے باقی رہیں گے لیکن نئے عبادت خانے نہیں بنا سکتے۔ مسلمان کو نہ گالی دے سکتے ہیں اور نہ مار سکتے ہیں۔ اپنے رہن سہن و لباس میں امتیاز برتیں اور مسلمانوں جیسی شباہت اختیار نہ کریں۔ سود کا معاملہ نہ کریں کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہم ان کو ان کے دین پر چھوڑتے ہیں لیکن وہ سودی لین دین نہیں کر سکتے (ردالمحتار)۔ ظاہر ہے کہ سیکولر حکومت میں اس پر بالکل عمل نہیں ہو سکتا کیونکہ اس میں تمام مذاہب کو یکسانیت حاصل ہوتی ہے۔ کسی مذہب کی وجہ سے دوسری مذہب والوں کے حقوق اور ان کے مذہبی اعمال

جبار کارپٹس
ڈیلرز
زینت کارپٹ • مون لائٹ • پاک پنجاب کارپٹ
یونائیٹڈ کارپٹ • وینس کارپٹ • اولمپیا کارپٹ
مساجد کیلئے خاص رعائت
سی۔ این آر ایونیو نزد جیدری پوسٹ آفس بلاک جی برکات حیدری نارتھ ناظم آباد فون: 6646888 6646655

میں تبدیلی و کمی نہیں کی جاسکتی۔

۷۔ جمعہ و عیدین۔ جمعہ و عیدین کی نمازوں کے قیام کے لیے بھی امیر کی ضرورت ہے لیکن اگر کافر امیر ہے تب بھی یہ دونوں عبادتیں ادا ہو سکتی ہیں مگر پھر بھی مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ مسلمان امیر کا مطالبہ کریں اور اس کے لیے جدوجہد کریں (رد المحتار)۔

۸۔ شعائر اسلامی کا اظہار۔ مسلمانوں کے شعائر "مثلاً" مساجد کا قیام' بلند آواز سے اذان' دین کی تبلیغ' حج' احترام رمضان' قربانی' آزادانہ دینی پردہ وغیرہ ان سب کا اہتمام اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ اسلامی حکومت ہو اور کسی مذہب کی رعایت کرنے کی پابند نہ ہو۔ سیکولر حکومت اس کی پابند ہے کہ وہ تمام مذاہب کی رعایت کرے۔ کسی ایک مذہب سے دوسرے مذہب والوں کو تکلیف نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ ان اسلامی شعائر کا اظہار و آزادانہ استعمال غیر مسلموں کو کیونکر بھا سکتا ہے۔ وہ ہمیشہ اس کی مخالفت کریں گے۔ اگر سیکولر حکومت کا امیر غیر مسلم ہے تو پھر مسلمانوں کے لیے مذکورہ بالا عبادتوں پر عمل کرنا اور زیادہ مشکل ہو گا۔ بھارت کی مثال ہمارے سامنے ہے۔ مسلمان وہاں کی آبادی کا ایک بہت بڑا حصہ ہیں لیکن وہ گائے ذبح نہیں کر سکتے۔ مسجد' عیدگاہ و مندر کے بارے میں آئے دن جھگڑا ہوتا رہتا ہے۔ سیکولر حکومت میں جس چیز کا زیادہ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ ہر مذہب والے سیاسی' سماجی اور معاشی لحاظ سے مساوی ہوتے ہیں' بھارت میں یہ بالکل مفقود ہے۔ اگر کوئی شخص خوردبین سے بھی دیکھے تب بھی اسے ان امور میں مساوات نہیں مل سکے گی۔

۹۔ تعلیم۔ اسلام میں علم حاصل کرنے کا مقصد دنیوی و اخروی نفع و نقصان کو پہچان کر نفع مند امور پر عمل کرنا اور نقصان دہ امور سے اجتناب کرنا ہے۔ اس لیے اسلامی حکومت میں نصاب تعلیم بناتے وقت اور تعلیم دینے کے دوران اس کا لحاظ رکھا جاتا ہے کہ مسلمان بچہ کا ذہن اسلامی نظریہ حیات پر مضبوط ہو جائے' اس کے اندر اعلیٰ اخلاقی اقدار پیدا ہوں' شرعی منکرات سے بچنے اور نیک کاموں کی طرف اس کا میلان ہو۔ دنیا سے زیادہ آخرت کی طرف اس کی توجہ زیادہ ہو اور اسلام کے لیے جان و مال قربان کرنے کا جذبہ پیدا ہو۔ جبکہ سیکولر حکومت میں ان تمام امور کی رعایت نہیں رکھی جاتی بلکہ بچہ کو مذہب و اخلاق میں آزاد کر دیا جاتا ہے اور اس کی ذہن سازی مادی و دنیوی منفعت حاصل کرنے کے لیے کی جاتی ہے۔ دنیوی نفع حاصل کرنے کے لیے اسے مذہب کی قیود سے آزاد ہونا پڑے یا کسی اخلاقی جرم میں مبتلا ہونا پڑے تو وہ اس طرح کر سکتا ہے اور یہ کوئی عیب نہیں ہے۔

بچہ اگر مسلمان ہے تو وہ آہستہ آہستہ اس نظام تعلیم کی وجہ سے مذہب سے دور ہوتا جاتا ہے اور مذہب کو دنیوی و مادی نفع کے حصول میں بڑی رکاوٹ سمجھتا ہے' آخر کار مذہب کو بھی خیرباد کر دیتا ہے۔ اسلام کوئی مادی چیز نہیں ہے کہ اسے خرید کر اپنے پاس رکھ لیا جائے اور چوکیدار کے ذریعہ اس کی حفاظت کی جائے بلکہ اسلام ایک نظریہ ہے جو اس کے ذہن و عقل پر حاوی ہوتا ہے اور ایمان و آخرت کے بار بار تذکرے و تکرار و سماجی ماحول سے اس نظریہ میں روشنی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ شیطان و نفس کے وساوس کو انسان اس روشنی کے ذریعہ دفع کرتا رہتا ہے۔ لیکن جب ایمان و آخرت کا تذکرہ ہی نہیں ہو گا' اس کی طرف توجہ نہیں دلائی جائے گی' آخرت کے نقصان سے ڈرایا نہیں جائے گا' سماجی ماحول مذہب گریز ہو گا' ہر شعبہ میں مذہب سے دوری کا ملاحظہ ہو گا تو اسلام کی وہ روشنی جو مسلمان بچہ کے دل میں تھی ان گھٹاٹوپ اندھیروں میں دب جائے گی اور لادینی ماحول کی تیز و تند طوفانی ہوائیں اس شمع کو بجھا دیں گی۔ غیر مسلموں نے مسلمانوں میں سے اسلامی حمیت ختم کرنے کے لیے اس نسخہ پر احسن طریقہ سے عمل کیا اور تعلیم و ماحول کے ذریعہ مسلمانوں کی اسلامی حیثیت ختم کی اور مسلمانوں ہی میں سے اپنے معاون پیدا کر لیے جو بڑی معصومیت سے غیر مسلموں کے آلۂ کار بن کر خود بھی گمراہ ہو رہے ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کر رہے ہیں۔

سیکولر ازم کے اس مختصر جائزہ کے بعد یہ کہنا بالکل حق بجانب ہے کہ اسلام اور سیکولر ازم دونوں کبھی جمع نہیں ہو سکتے۔ اگر سیکولر ازم کو اس کی تعریف و نظریات کے مطابق کسی ریاست میں نافذ کیا جائے تو اس ریاست سے اسلام آخر کار نکل جائے گا اور وہ ریاست لادینی والا مذہب ریاست ہو گی۔ کیونکہ تمام مذاہب میں صرف اسلام ہی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہ اپنے ماننے والوں کو عمل کے لیے ابھارتا رہتا ہے اور اس میں اتنی کشش ہے کہ مسلمان اسی کی طرف عملی طور پر وقتاً" فوقتاً" راغب ہوتے رہتے ہیں اور اپنے دنیوی امور کو اسلامی احکامات کی روشنی میں حل کرتے ہیں۔ اسلام کے علاوہ کسی دوسری مذہب کو یہ خصوصیت حاصل نہیں ہے۔ اس کے ماننے والے اگر اس پر عمل بھی کریں تو صرف عبادات کی حد تک اس پر عمل کرتے ہیں' اپنے سیاسی و سماجی امور میں اس سے کوئی رہنمائی حاصل نہیں کرتے۔ اس لیے ان کے نزدیک مذہب کا ہونا یا نہ ہونا مساوی ہے' ان مذاہب سے کسی ریاست کا امیر و حکمران کو کوئی خطرہ نہیں ہے۔ اس لیے اگر کسی ریاست سے اسلام کو عملاً" ختم کر دیا گیا اور اجتماعی زندگی میں اس پر عمل کرنا ممنوع قرار دیا گیا تو گویا وہ ریاست ایک بے دین و مذہب دشمن ریاست بن گئی۔ اگر کسی کو اس پر یقین نہیں ہے تو وہ ذرا ان ممالک کی طرف جھانک کر دیکھ لے جن میں سے اسلام کو سیاست سے نکال کر سیکولر ازم کو رائج کیا گیا ہے۔ کیا ان ممالک میں تمام اسلامی احکامات پر عمل ہو رہا ہے؟ کیا مسلمان اپنے مذہبی احکام پر عمل کرنے میں آزاد ہیں اور ان پر کسی قسم کی روک ٹوک نہیں ہے؟ کیا ان ممالک میں وہ اسلام موجود ہے جسے نبی کریم ﷺ لائے تھے اور صحابہ کرامؓ نے عملی طور پر اس کا نقشہ پیش کیا تھا؟ ترکی میں مسلمان لڑکیوں کو کالج میں دوپٹہ اوڑھنے سے اس لیے منع کر دیا گیا کہ وہ ریاست کے آئین کے منافی ہے۔ کیا سیکولر حکومت انفرادی مذہبی آزادی نہیں دیتی؟ یہ لڑکیاں بھی تو اپنی مرضی سے دوپٹہ اوڑھ کر آئی تھیں اور اپنے عمل میں آزاد تھیں۔ عجیب بوالعجبی ہے کہ جو شخص اخلاقی قدروں سے آزاد ہو کر آوارہ پھرتا رہے تو سیکولر حکومت اسے کچھ نہیں کہتی کیونکہ وہ اپنی رائے و عمل میں آزاد ہے لیکن جو شخص اخلاقی قدروں میں رہتے ہوئے مناسب شکل و صورت بنا کر عملی زندگی میں قدم رکھے تو ریاست کو اس سے خطرہ ہو جاتا ہے۔

ہم پھر یقین سے کہتے ہیں کہ سیکولر ازم اسلام کو ختم کرنے کی ایک سازش ہے۔ اس کا زہر آہستہ آہستہ مسلمان کے خون میں سرایت کرتا ہے اور اسے مسلمان سے کافر بنا دیتا ہے۔ دنیا کے تمام مذاہب و نظریات کو اسلام سے خطرہ ہے اسلام ایک عملی دین ہے۔ اس کے کسی حکم پر اس کے نبی کی تعلیمات کے مطابق عمل کرنا اسلام کی دعوت دینا ہے خواہ زبان سے کچھ نہ کہا جائے۔ اس لیے تمام مذاہب کی مشترکہ کوشش یہ ہے کہ مسلمان عملی زندگی میں اسلام کو نہ اپنائیں تاکہ وہ اقوام عالم کو اسلام کی برکات سے روشناس کرا کر انہیں مسلمان نہ بنالیں بلکہ خود مسلمان بھی آہستہ آہستہ اعتقادی طور پر اسلام کو چھوڑ دیں۔ کیونکہ جب اسلام کے احکام پر عمل نہیں ہو گا تو اعتقاد میں بھی کمزوری آئے گی اور وہ مضمحل ہو کر ختم ہو جائے گا۔

سیکولر ازم کی موافقت میں بعض لوگ سورہ کافرون کی آخری آیت سے استدلال کرتے ہیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ سے فرمایا کہ آپ کافروں سے کہہ دیں کہ "تمہارے لیے تمہارا دین اور میرے لیے میرا دین"۔ یعنی اسلام میں مذہب کی رواداری ہے' اسلام کسی مذہب کی مخالفت نہیں کرتا' ہر شخص اپنے مذہب پر عمل کرتا رہے۔ اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے "کسی چیز کی محبت تمہیں اس سے اندھا و بہرا کر دیتی ہے"۔ یہی بات یہاں سیکولر ازم کے محبین پر صادق آرہی ہے۔ جو سورت و آیت کافروں سے برائت و بیزاری اور صلح کل کی ممانعت میں نازل ہوئی تھی اسے کافروں سے موالات اور رواداری پر چسپاں کر دیا۔ اس سورت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں اسلام کی دعوت دیتے تھے اور صاف صاف کافروں کے زعم عقائد کے خلاف آواز بلند فرماتے تھے تو کافروں کو یہ بہت شاق گزرتا تھا۔ پہلے تو انہوں نے نبی کریم ﷺ کو توحید کی دعوت سے ہٹانے کی کوشش کی' جب اس میں کامیاب نہیں ہوئے تو اسی بات پر صلح کرنے آگئے کہ چلو تم اپنے خدا کی عبادت کرو اور ہمارے معبودوں کی بھی اور ہم اپنے معبودوں کی عبادت کریں اور تمہارے معبود کی بھی"۔ اس کے جواب میں یہ سورت نازل ہوئی جس میں صاف صاف اعلان کر دیا گیا کہ اے کافرو! جس چیز کو تم پوجتے ہو میں اس کی عبادت نہیں کر سکتا اور

جس کی میں عبادت کرتا ہوں تم مشرک رہ کر اس کی عبادت نہیں کرسکتے۔ یعنی تم اپنے خیالات پر ڈٹے ہوئے ہو اور میں اپنے عقیدہ پر ڈٹا ہوا ہوں۔ میری اور تمہاری صلح نہیں ہوسکتی' اگر میں نے تمہارے معبودوں کی مخالفت چھوڑ دی تو گویا میں نے تمہاری معبودوں کی عبادت کی اور یہ مجھ سے ہو نہیں سکتا' اس لیے ہر ایک اپنے اپنے عقیدہ کے مطابق عمل کرے اور میرے عقیدہ میں یہ داخل ہے کہ تمہیں اسلام کی طرف بلاؤں اور تمہارے معبودوں کی مخالفت کروں۔ چنانچہ تاریخ سے ثابت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اس سورت کے نازل ہونے کے بعد دین کی دعوت بند نہیں کی بلکہ مسلسل دعوت دیتے رہے یہاں تک کہ آپ کو ہجرت کرنا پڑی' کافروں کے خلاف لڑائی بھی لڑی' آخر کار مکہ فتح ہوا اور آپ نے تمام معبودان باطلہ کا صفایا کردیا۔ کافروں کے لیے یہ حکم ہوا کہ وہ یا تو اسلام قبول کرلیں یا مکہ چھوڑ کر چلے جائیں اور ایک مدت مقرر کردی کہ اس مدت کے بعد جزیرہ میں جو کافر ملے گا اسے قتل کردیا جائے گا۔

بھلا بتایئے کہ اگر سورہ کافرون کی آیت کا وہی مفہوم ہوتا جو سیکولر ازم والے لے رہے ہیں تو نبی کریم ﷺ اتنی مشقت کیوں برداشت کرتے؟ آپ کا ہجرت کرنا' جہاد کرنا' مکہ فتح کرنا' مشرکوں سے مکہ خالی کرانا' بتوں کو توڑنا سب بے کار ہوتا اور آپ پر یہ الزام آتا کہ آپ نے قرآن کے حکم پر عمل نہیں کیا۔ کیا معاذ اللہ نبی کریم ﷺ قرآن کے مفہوم سے بے خبر تھے؟ سیکولر ازم کے موافقین عقل کے ناخن لیں اور ایسی بات کرنے سے گریز کیا کریں کہ جس سے دین اسلام کی بنیاد ہی ہل جائے اور شارع پر الزام ثابت ہو۔ اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے کا مطلب یہ ہے کہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو طریقہ اختیار کیا ہے وہ صحیح برحق ہے اور یہی اسلام ہے۔ اگر آپ کو اس پر اعتراض ہے تو اپنا نام مسلمانوں کی فہرست سے کٹوا کر اعتراض کریں۔ کیونکہ کوئی شخص شارع پر اعتراض کرکے مسلمان نہیں رہ سکتا۔

اسلام ایک دعوت ہے' باطل کے خلاف' بت پرستی کے خلاف' خواہش پرستی کے خلاف' رسوم و رواج کے خلاف۔ غرض اسلام ہر اس نظریہ کے خلاف علم جہاد بلند کرتا ہے جس کا ثبوت وحی سے نہ ہو۔ اسی وجہ سے انبیاء کرام اور ان کے متبعین کو تکالیف و ایذاء کا سامنا کرنا پڑا۔ اگر اسلام کا مطلب صلح کل اور ہر مذہب کو صحیح ماننا ہوتا تو انبیاء کرام کو اتنی تکالیف کیوں دی جاتیں؟ کافر انبیاء کرام سے یہی تو چاہتے تھے کہ نبی اپنے طور پر جو چاہے کرے لیکن ہمیں نہ چھیڑے۔ کسی بھی نبی کو نبوت ملنے سے پہلے تکلیف نہیں دی گئی بلکہ وہ معاشرہ میں محترم شخصیت سمجھے جاتے تھے لیکن جہاں انہوں نے کافروں کے درمیان کھڑے ہوکر حق کی صدا بلند کی وہیں ان کی مخالفت شروع ہوگئی اور طرح طرح کے بے ہودہ الزامات بھی لگنے لگے۔ کافروں کا یہ منشاء ہوتا تھا کہ نبی اور ہم مل کر سیکولر حکومت قائم کریں' لیکن نبی کی یہ منشاء ہوتی تھی کہ کافر میرے لائے ہوئے پیغام کو مانیں اور اس کے احکامات کے پابند ہوکر زندگی گزاریں۔ خلاصہ یہ ہے کہ اسلام کا خدوخال اور مزاج ہی سیکولر ازم کے خلاف ہے اور سیکولر ازم اسلام کے خلاف ہے۔ یہ دونوں کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے۔

ریاست سے متعلق اسلامی احکام پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ شبہ ہوتا ہے کہ اسلام اقلیتوں کے ساتھ ناروا سلوک اختیار کرتا ہے حالانکہ اسلام تو انسانیت کے احترام کا داعی ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ اسلام ایک عالمگیر سچی حقیقت ہے۔ اس کا انکار سوائے ضد' ہٹ دھرمی و پاگل پن کے کچھ نہیں۔ اس کے احکامات و قوانین انسان کی دونوں جہاں میں کامیابی کے ضامن ہیں۔ اس لیے اسلام پہلے لوگوں کو اپنی طرف دعوت دیتا ہے اور مختلف طریقوں سے دعوت پہنچاکر حجت پوری کردیتا ہے۔ اس کے بعد بھی جو لوگ نہیں مانتے تو ان کی سیاسی و مرکزی قوت ختم کرتا ہے تاکہ وہ اسلام کی دعوت میں رکاوٹ نہ بنیں' ان پر مختلف قسم کی پابندیاں لگاتا ہے کہ اسلام و کفر میں امتیاز باقی رہے اور ان کی حفاظت کے لیے حکومت کو اختیار دیتا ہے کہ وہ غیر مسلموں سے جزیہ لے سکتی ہے۔ اسلام انہیں قوت فراہم کرنے کے بجائے خود ان کی حفاظت کی ضمانت لیتا ہے اور انہیں اپنے قابو میں رکھتا ہے تاکہ وہ اسلام کا قریب سے مطالعہ و مشاہدہ کرکے اسلام کو قبول کریں۔ لیکن بحیثیت انسان اسلام غیر مسلموں کو حقوق میں مسلمانوں کے برابر قرار دیتا ہے۔ اسے زندہ رہنے' رہائش اختیار کرنے اور ایک حد تک اپنے مذہب پر عمل کرنے کا حق دیتا ہے۔ اگر کسی غیر مسلم کو مسلمان مار دے تو مسلمان سے بدلہ لیا جاتا ہے' اگر اس کا مال چھین لے تو مال واپس کیا جاتا ہے۔ اس کی عزت و آبرو کی حفاظت ہوتی ہے۔ یعنی غیر مسلم کو بھی بنیادی حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ صرف اتنا ہے کہ سلوک و معاملہ میں کچھ امتیاز برتا جاتا ہے تاکہ کافر و مسلمان میں فرق واضح رہے اور کافر مسلمانوں کے معاملات میں دخل انداز نہ ہوں۔ اسلامی نظریہ کی بقا کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔

مذکورہ بالا بحث میں ہم نے اسلام اور سیکولر ازم کا تقابل پیش کیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ اسلام اور سیکولر ازم دونوں اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ اسلام صرف ان چند عبادتوں کا نام نہیں ہے جو مساجد یا گھر میں ادا کی جاتی ہیں بلکہ سیاست' معاشرت و معیشت سے متعلق بھی اس کے قطعی احکام ہیں۔ کامل مسلمان ہونے کے لیے ان احکام پر عمل کرنا اور ان کے قیام کے لیے جدوجہد کرنا بھی ضروری و لازم ہے۔ اسلام کی دعوت کو عام کرنا اور اسلام کو تمام مذاہب سے اعلیٰ و برتر ماننا بھی از حد ضروری ہے۔ کافروں کو دعوت دینے اور مسلمانوں میں جبراً احکام کے نفاذ کے بارے میں کوئی شخص قرآن کی آیت کہ "دین میں زبردستی نہیں ہے"۔ اس سے شک و شبہ میں مبتلا نہ ہو۔ کیونکہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کافر کو مسلمان کرنے کے لیے زبردستی نہیں کی جاسکتی بلکہ اس کے سامنے اسلام کو دلائل و حکمت سے پیش کیا جائے تاکہ وہ ان میں غور کرکے مسلمان ہو۔ لیکن جو شخص مسلمان ہے اور اس نے بصیرت کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے تو اس پر لازم ہے کہ تمام اسلامی احکام کی پابندی کرے اگر اس نے اس پر عمل نہیں کیا تو اسے مجبور کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کا عمل اس پر شاہد ہیں۔ آپ نے کسی کافر کو مسلمان کرنے کے لیے کبھی سختی نہیں کی لیکن جو مسلمان ہوگئے تھے ان میں احکام کے نفاذ کے لیے وعظ و نصیحت کے ساتھ ساتھ زجرو تنبیہہ بھی کی اور سزائیں بھی مقرر کیں۔ اس سے کس کو انکار ہوگا کہ ہر شخص کسی ایک ریاست و ملک میں جانے و سکونت اختیار کرنے میں آزاد ہے۔ کوئی حکومت کسی کو اپنا شہری بنانے پر جبر نہیں کرسکتی لیکن کسی ایک حکومت میں مستقل سکونت اختیار کرنے و شہری بن جانے کے بعد اس حکومت کے قوانین کا پابند ہونا ضروری ہے اگر خلاف ورزی کی تو جیل میں بھی جانا پڑے گا۔

اس تقابلی رخ سے ہٹ کر اب ہم سیکولر ازم کو دوسرے رخ سے دیکھتے ہیں۔ "سیکولر ازم میں تمام مذاہب کے مابین مساوات ہوتی ہے اور ریاست میں اس کا دخل نہیں ہوتا"۔ مذہب ایک ایسا جذبہ ہے جو ہر انسان کی فطرت میں موجود ہے اور ہر انسان کسی نہ کسی مذہب کو ماننے پر مجبور ہے' جو لوگ مذہب کا انکار کرتے ہیں وہ بھی کسی نہ کسی نظریہ کے قائل ہوتے ہیں اور اس کی ترویج و نفاذ کے لیے کوشاں

باقی ص ۲۵ پر

صرافہ بازار میں سونے کی قدیم دکان
صراف حاجی صدیق اینڈ برادرس
اعلیٰ زیورات بنوانے کیلئے ہمارے ہاں تشریف لائیں
کندن اسٹریٹ صرافہ بازار کراچی
فون نمبر: ۲۴۵۸۰۳

حسین احمد نجیب

حیاتِ مسیح ابنِ مریمؑ

خرق عادت و حالات واقعات پر فکر انگیز شواہد

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

ترجمہ۔ "یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے' کوئی تو وہ ہے کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں کے درجے اور دیئے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح القدس یعنی جبرئیل سے اور اگر اللہ چاہتا تو نہ لڑتے وہ لوگ جو ہوئے ان پیغمبروں کے پیچھے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کے پاس صاف حکم لیکن ان میں اختلاف پڑ گیا' پھر کوئی ان میں ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ باہم نہ لڑتے' لیکن اللہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔"

(البقرہ : ۲۵۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی رہنمائی کے لئے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار نبی مبعوث فرمائے۔ ان انبیاء میں مقام و مرتبہ کے اعتبار سے درجات مقرر کئے' کسی نبی کو وہ فضیلت عطا کی جو دوسرے انبیاء سے اس نبی کا مقام ممتاز کرتی ہے۔ قرآن کریم میں انبیاء کا تذکرہ آیا ہے۔ بعض کے تذکرے میں فرمایا اولو العزم من الرسل۔ بعض کو بلاواسطہ ہم کلامی کا شرف بخشا اور کلیم اللہ کا اعزاز عطا ہوا' ابراہیم علیہ السلام کو امتحانات کے ایک طویل سلسلے میں کامیابی بھی عطا فرمائی اور خلیل اللہ کے مقام بلند پر فائز کردیا۔ اس کے ساتھ ان کی اور ان کے اہل و عیال کی بعض ادائیں اللہ تعالیٰ کو اتنی پسند آئیں کہ قیامت تک ان اداؤں کی نقل اور ان کو دہرانا اپنے بندوں پر لازم قرار دے دیا۔ مثلاً وادی غیر ذی زرع (مکہ مکرمہ) میں صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان والدہ اسماعیل علیہ السلام کی ممتا کی مضطربانہ سعی و دوڑ کو حج بیت اللہ کا جزو بنادیا۔ اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو خاص ایام میں سنت ابراہیمی کے طور پر شعائر دین میں شامل کردیا۔ وغیرہ ذلک۔

قرآن کریم اور حدیث کے ذخیرے پر ذرا غور سے نظر ڈالی جائے تو بعض انبیاء کی عجیب خصوصیات سامنے آتی ہیں۔ مثال کے طور پر قرآن میں چار انبیاء کرامؑ کے بچپن کا تذکرہ کیا ہے' چار انبیاء کرام کی حکمرانی کا ذکر کیا گیا ہے۔ چار انبیاء کرام کو جسمانی آزمائشوں کے ضمن میں موت و حیات کی راہ سے گزارنا معلوم ہوتا ہے۔ اور چار انبیاء کرام کے مقام صبر کو نمایاں انداز میں بیان کیا گیا۔ اور چار ایسے نبیوں کا ذکر ہے جن کو مستقل کتب ہدایت عطا کی گئیں۔ وغیرہ ذلک۔

البتہ دو نبیوں کی خصوصیات قرآن کریم اور مجموعہ احادیث میں بڑی تفصیل کے ساتھ بیان کی گئیں۔ یہاں تک کہ زندگی میں پیش آنے والے بیشتر واقعات و حالات کی باریک جزئیات تک کا مفصل تذکرہ بھی اس بیان میں شامل کردیا گیا۔ اللہ تعالیٰ کے ان دونوں برگزیدہ پیغمبروں کی ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں سے ہیں اور آپ کے دونوں بیٹوں کی اولاد میں آخری نبی کی حیثیت سے مبعوث ہوئے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔ ہر ایک کو اللہ تعالیٰ نے ایک ایک بیٹا عطا کیا تھا۔ جن کے اسماء گرامی حضرت اسحق علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ حضرت اسحق علیہ السلام کی اولاد حضرت یعقوب علیہ السلام کی صلب سے بڑی کثرت سے بڑھی اور بنی اسرائیل کے نام سے متعارف ہوئی۔ ان میں بڑی تعداد انبیاء علیہم السلام کی ہوئی۔ یہاں تک کہ بعض روایات کے مطابق بنی اسرائیل میں ایک لاکھ سے زائد انبیاء کرام مبعوث ہوئے۔ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو حکم ربانی سے مکہ کی بے آب و گیاہ وادی میں چھوڑ دیا گیا تھا۔ ان کی اولاد قریش کے نام سے موسوم ہوئی اور بنی اسمٰعیل میں سے صرف ایک نبی مبعوث کیا گیا اور وہ آگے چل کر ہمارے آقائے نامدار حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ چنانچہ تمام انبیاء کرام کی بعثت کو تمام کرکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سب انبیاء بنی اسرائیل کے آخری نبی کے طور پر مبعوث فرمایا گیا۔ اور آپ کی بعثت کے بعد تقریباً چھ سو سال تک روئے زمین پر کسی نبی کو اللہ تعالیٰ نے اپنا پیغام دے کر بندوں کی رہنمائی کے لئے مبعوث نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں' انبیاء بنی اسرائیل کے سلسلہ نبوت کو مکمل کرکے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم کردیا اور تقریباً ساڑھے چھ سو سال کے طویل عرصہ تک کسی نبی کی بعثت کے تصور سے دنیا کو خالی کرکے آخر میں خاتم الانبیاء ہادی عالم حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی بناکر مبعوث کرنے میں جو حکمتیں پنہاں تھیں' انسانی تصور ان کی حدود کو نہیں چھو سکتا۔ دوسری بے شمار حکمتوں کے ساتھ ایک حکمت یہ بھی سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم علیہ السلام کے فرائض منصبی میں یہ بھی شامل کیا گیا کہ خاتم النبیین ﷺ کی امت کے لئے بنی اسرائیل میں سے ابھرنے والے سب سے بڑے فتنے کے زمانے میں امت محمدیہ کی نصرت فرمائیں بلکہ اس فتنہ عظیمہ کو بیخ و بن سے اکھاڑ پھینکنے کا فریضہ بھی بجالائیں۔ اس نقطہ نظر سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات مبارکہ کو دیکھتے ہیں تو آپ کی زندگی کا ہر پہلو فکر انگیز اور خرق عادت واقعات پر مشتمل نظر آتا ہے۔

خرق عادت واقعات کی تفصیل

حضرت مریم علیہ السلام کی پیدائش اور تربیت

بنی اسرائیل کے ایک زاہد و عابد شخص عمران اور ان کی پارسا و عابدہ بیوی حنہ کے ہاں اولاد نہیں تھی' جس کی ان کو بہت تمنا تھی۔ اس کے لئے حنہ بہت دعائیں مانگتیں اور قبولیت دعا کے لئے ہروقت منتظر رہتی تھیں۔ دعا قبول ہوئی اور حنہ حاملہ ہوگئیں۔ انہوں نے یہ نذر مان لی کہ جو بچہ پیدا ہوگا اس کو ہیکل (مسجد اقصیٰ) کی خدمت کے لئے وقف کروں گی کیونکہ بنی اسرائیل میں یہ رسم بہت مقدس سمجھی جاتی تھی۔ بچے کی پیدائش سے پہلے ہی ان کے شوہر عمران کا انتقال ہوگیا۔ پیدائش کا وقت آیا تو لڑکی پیدا ہوئی۔ اس پر ان کو صدمہ ہوا کہ لڑکی ہیکل کی خدمت کے لئے کیسے وقف کروں' وہ کیونکر خدمت کرسکے گی؟ یہاں عام اصول فطرت معروف سے ہٹ کر خرق عادت کے طور پر پہلا معاملہ سامنے آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتے کے ذریعہ سے حنہ کو فرمایا کہ غم نہ کر ہم نے تیری لڑکی ہی کو قبول کیا۔ چنانچہ نومولودہ کا نام "مریم" اسی مناسبت سے تجویز کیا گیا جس کے سریانی زبان میں معنی "خادم" کے ہیں۔ اور اس نومولودہ کی پیدائش کی برکت سے پورا خاندان معزز و مبارک قرار پایا۔ قرآن کریم نے حضرت مریم علیہ السلام کی پیدائش کے واقعہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔

ترجمہ۔ "بے شک اللہ نے آدم اور نوح اور آل ابراہیم اور آل عمران کو (اپنے اپنے زمانہ میں) جہان والوں پر بزرگی عطا فرمائی۔ (ان میں سے) بعض بعض کی ذریت ہیں' اور اللہ سننے والا' جاننے والا ہے (اور وہ وقت یاد کرو) جب عمران کی بیوی نے کہا' خدایا : میں نے نذر مان لی ہے کہ میرے

پیٹ میں ہو(بچہ) ہے وہ تیری راہ میں آزاد ہے' پس تو اس کو میری جانب سے قبول فرما' بے شک تو سننے والا جاننے والا ہے۔ پھر جب اس نے جنا تو کہنے لگی' پروردگار! میرے لڑکی پیدا ہوئی ہے اور اللہ خوب جانتا ہے جو اس نے جنا ہے اور لڑکا اور لڑکی یکساں نہیں(یعنی ہیکل کی خدمت لڑکی نہیں کر سکتی لڑکا کر سکتا ہے) اور میں نے اس کا نام مریم رکھا ہے۔ اور میں اس کو اور اس کی اولاد کو شیطان رجیم کے فتنہ سے تیری پناہ میں دیتی ہوں۔ پس مریم کو اس کے پروردگار نے بہت اچھی طرح قبول فرمایا اور اس کی نشوونما اچھے طریق پر کی اور زکریا کو اس کا نگران مقرر کردیا۔"

(سورۃ آل عمران : ۳۳۔۳۷)

سابقہ ادوار اور عہد اسلامی سمیت تمام انسانی تاریخ و معاشرت پر علوم کے تمام ذرائع سے تحقیق کی جائے تو اس انداز اور ان اسباب کے ساتھ کسی بھی لڑکی کی پیدائش کا حال نہ مل سکے گا کہ پیدائش سے پہلے خصوصی خدمت کے لئے قبولیت کی دعائیں مانگیں' پیدائش کے بعد احساس غم ہوا تو ندائے غیبی نے اس احساس کو نہ صرف ختم کردیا بلکہ لڑکی کو قبولیت کے شرف سے نوازا اور اس پر مزید یہ کہ پورے خاندان کو معزز و مبارک قرار دے دیا گیا۔ پھر یہیں بات ختم نہیں ہوئی' اب اس لڑکی کی پرورش اور تربیت کا مرحلہ بھی حق تعالیٰ اپنی نگرانی میں طے کرواتے ہیں چنانچہ حضرت مریمؑ سن شعور کو پہنچیں تو یہ مسئلہ سامنے آیا کہ مقدس ہیکل کی یہ امانت کس کے سپرد کی جائے۔ ہیکل کے کاہنوں میں سے ہر ایک حضرت مریم کی کفالت کا خواہش مند تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام آپ کے خالو ہونے کے رشتے سے اس کفالت کے حق دار ٹھہرتے تھے مگر پھر بھی قرعہ اندازی کا طریقہ اپنایا گیا۔ اور بار بار یہ عمل دہرایا گیا۔ ہر دفعہ قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا' اس طرح حضرت مریم علیہ السلام کو آپ کی کفالت میں دے دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

"اور آپ ان کاہنوں کے پاس موجود نہ تھے جب وہ اپنے قلموں(تیروں) کو(قرعہ اندازی کے لئے دریا میں) ڈال رہے تھے کہ مریم کی کفالت کون کرے' اور آپ اس وقت(بھی) موجود نہ تھے جب وہ اس کفالت کے بارے میں آپس میں جھگڑ رہے تھے۔"

(آل عمران : ۴۴)

حضرت زکریا علیہ السلام نے ہیکل کے قریب ان کے لئے ایک حجرہ مخصوص کردیا جس میں دن کے وقت وہ عبادت الٰہی میں مشغول رہتیں۔ رات کے وقت آپ کی خالہ کے پاس اپنے مکان میں لے جاتے جہاں رات گزارتیں۔

حضرت زکریا علیہ السلام کبھی کبھار حضرت مریم علیہ السلام کی نگہداشت و ضروریات کے سلسلے میں ان کے حجرے میں تشریف لے جایا کرتے تھے۔ وہاں وہ اکثر بے موسم کے تازہ پھل رکھے دیکھتے۔ ایک روز آپ نے حضرت مریم علیہا السلام سے دریافت کیا کہ یہ پھل تیرے پاس کہاں سے آجاتے ہیں۔ انہوں نے اس حقیقت سے پردہ یوں اٹھایا کہ "یہ بے موسم کے پھل اللہ ہی بھیجتا ہے۔" قرآن کریم نے اس حقیقت کا تذکرہ یوں بیان کیا ہے :

ترجمہ۔ "اور اس(مریم) کی کفالت زکریا نے کی' جب اس(مریم) کے پاس زکریا داخل ہوتے تو اس کے پاس کھانے کی چیزیں رکھی پاتے' زکریا نے کہا' اے مریم! یہ تیرے پاس کہاں سے آئیں۔ مریم نے کہا یہ اللہ کے پاس سے آئی ہیں' بلاشبہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے بے گمان رزق دیتا ہے۔"(آل عمران : ۳۷)

یہ دیکھ کر ایک تو حضرت مریم علیہا السلام کا مقام و مرتبہ خصوصیت سے سامنے آیا۔ دوسرے حضرت زکریا علیہ السلام کی فکر رسا نے اس واقعہ سے عجیب نتیجہ اخذ کیا۔ آپ کی عمر اس وقت بعض مفسرین کے قول کے مطابق ستر سال اور بعض کے نزدیک نوے' بانوے اور ایک سو بیس سال ہوچکی تھی۔ پھر بیوی بانجھ تھیں۔ اس لئے اسباب ظاہری سے اولاد ہونے کی تو کوئی صورت نہ تھی۔ البتہ ان کی خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ ان کو ایک نیک بخت لڑکا عطا کردے جو بنی اسرائیل کی ہدایت و رہنمائی کی خدمت انجام دے سکے۔ مگر اسباب ظاہری سے مایوسی کا اظہار ہوتا تھا۔ لیکن جب انہوں نے حضرت مریم علیہا السلام کے پاس بے موسم کے پھل دیکھے تو اس یقین کے ساتھ کہ جو ذات اقدس مریم کو بے موسم کے پھل بخشتی ہے' ہمیں اسباب کے اعتبار سے ناامیدی کی حالت میں بھی اولاد کی نعمت سے سرفراز کردے گی' دعا کے لئے ہاتھ اٹھادیئے۔ دعا فوراً قبول ہوئی اور حضرت یحییٰ علیہ السلام کی پیدائش کی خوشخبری سنائی گئی۔ جس کو قرآن کریم نے بلیغ اور خوبصورت انداز میں وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

حضرت مریم علیہا السلام کی پیدائش اور پھر پرورش کے سلسلے میں یہ خصوصی اہتمام بے مقصد تو نہیں ہوسکتا۔ اس اہتمام کی کیفیت کو سرسری نظر سے بھی دیکھا جائے تو یہ حقیقت ابھر کر سامنے آتی ہے کہ حکمت الٰہیہ اپنے عظیم مقاصد کی تکمیل کی خاطر اس معصوم بچی کو اپنی نگرانی میں خصوصی تربیت کے مراحل طے کرا رہی ہے اور آئندہ ایسے واقعات رونما ہونے والے ہیں جن میں اس تربیت کا کردار خاص اہمیت کا حامل ہوگا۔

بشارت پیدائش مسیح

اس مذکورہ انداز تربیت کے ساتھ مریم علیہا السلام سن بلوغ کو پہنچ گئیں۔ عابدہ و زاہدہ اور عفت مریم اپنے حجرہ میں مشغول عبادت رہتیں' صرف ضروری حاجات کے لئے باہر نکلتیں۔ ان کی عبادت و ریاضت اور پاک دامنی کا چرچا ہیکل سے نکل کر پورے ماحول میں ان کے لئے خصوصی احترام کا مقام و مرتبہ پیدا کرچکا تھا۔ ایک روز وہ ہیکل کے مشرقی جانب کسی ضرورت سے ایک گوشہ میں تن تنہا بیٹھی تھیں کہ اچانک ایک فرشتہ خوبصورت انسانی شکل میں آپ کے سامنے ظاہر ہوا۔ اجنبی شخص کو اپنی تنہائی میں دیکھ کر گھبرائیں اور اس کو خوف خدا کا واسطہ دینے لگیں۔ مگر یہاں معاملہ اور تھا' فرشتے نے اپنی حقیقت بیان کی اور بیٹے کی بشارت سنائی۔ حضرت مریم نے اپنی پاک دامنی کا اظہار کیا اور بیٹے کی بشارت پر حیرت و استعجاب کا اظہار کرنے لگیں تو فرشتے نے یہ وضاحت کردی کہ توالد و تناسل کے عام قانون فطرت سے ہٹ کر قانون اعجاز کے تحت خرق عادت کے طور پر محض حکم الٰہی اور ارادہ باری تعالیٰ سے ہی رحم میں بیٹا وجود میں آجائے گا۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے اس نشان اعجاز کی ظہور پذیری کا قرآن کے معجزانہ اسلوب بیان میں یوں ذکر کیا گیا ہے۔

ترجمہ۔ ("وہ وقت قابل ذکر ہے) جب فرشتوں نے مریم سے کہا' اے مریم! اللہ تعالیٰ تجھ کو اپنے کلمہ کی بشارت دیتا ہے اس کا نام مسیح' عیسیٰ ابن مریم ہوگا' وہ دنیا و آخرت میں صاحب وجاہت اور ہمارے مقربین میں سے ہوگا اور وہ(ماں کی) گود میں اور کہولت کے زمانہ میں لوگوں سے کلام کرے گا اور وہ نکوکاروں میں سے ہوگا۔ مریم نے کہا' میرے لڑکا کیسے ہوسکتا ہے جبکہ مجھ کو کسی مرد نے ہاتھ تک نہیں لگایا۔ فرشتہ نے کہا اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے اسی طرح پیدا کردیتا ہے' وہ جب کسی شے کے لئے حکم کرتا ہے تو کہہ دیتا ہے "ہوجا" اور وہ ہوجاتی ہے اور اللہ اس کو کتاب و حکمت اور توراۃ و انجیل کا علم عطا کرے گا اور وہ بنی اسرائیل کی جانب اللہ کا رسول ہوگا۔"(آل عمران)

دوسری جگہ اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا ہے۔

ترجمہ۔ "اور اے پیغمبر! کتاب میں مریم کا واقعہ ذکر کرو' اس وقت کا ذکر جب وہ ایک جگہ پورب کی طرف تھی اپنے گھر کے آدمیوں سے الگ ہوئی پھر اس نے ان لوگوں کی طرف سے پردہ کرلیا' پس ہم نے اس کی طرف اپنا فرشتہ بھیجا اور وہ ایک بھلے چنگے آدمی کے روپ میں نمایاں ہوگیا(مریم اسے دیکھ کر گھبرا گئی) وہ بولی اگر تو نیک آدمی ہے تو میں خدائے رحمٰن کے نام پر تجھ سے پناہ مانگتی ہوں۔ فرشتہ نے کہا' میں تیرے رب کا فرستادہ ہوں اور اس لئے نمودار ہوا ہوں کہ تجھے ایک پاک فرزند دے دوں۔ مریم بولی' یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میرے لڑکا ہو' حالانکہ کسی مرد نے مجھے چھوا نہیں اور نہ میں بدچلن ہوں؟ فرشتوں نے کہا' ہوگا ایسا ہی' تیرے پروردگار نے فرمایا کہ یہ میرے لئے کچھ مشکل نہیں وہ کہتا ہے یہ اس لئے ہوگا کہ اس(مسیح) کو لوگوں کے لئے ایک نشان بنادوں اور میری رحمت کا اس میں ظہور ہو اور یہ ایسی بات ہے جس کا ہونا طے ہوچکا ہے۔" (سورۃ مریم : ۱۶۔۲۱)

جبرئیل امین نے مریم علیہا السلام کو یہ سب بشارتیں سنانے کے بعد ان کے گریبان میں پھونک دیا۔ یوں اللہ کا کلمہ ان تک پہنچ گیا جس کے اثر سے کچھ عرصہ کے بعد اپنے اندر حمل کا احساس ہونے لگا۔ جس سے طبعی اضطراب لاحق ہوا اور مدت حمل پوری ہوئی تو ولادت کی کیفیت پیدا ہوگئی۔ قوم تو اس واقعہ کی حقیقت سے ناآشنا تھی۔ اس لئے بدنامی

اور بہتان طرازی کے خوف سے یروشلم(بیت المقدس) سے نو میل کے فاصلہ پر کوہ سراۃ(ساعیر) کے ایک ٹیلہ پر چلی گئیں جو اب بیت اللحم کے نام سے مشہور ہے۔ ولادت کی تکلیف اور طبعی اضطراب کی حالت میں کھجور کے ایک درخت سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور اپنی حالت پر نظر کر کے آئندہ کی بدنامی کے خوف سے بے ساختہ ان کی زبان سے یہ کلمہ ادا ہو گیا کہ۔

ترجمہ۔ "اے کاش میں اس سے پہلے مر چکی ہوتی اور لوگ مجھے یکسر بھلا چکے ہوتے۔"

(سورۃ مریم)

پیدائش مسیح علیہ السلام

بن باپ کے بچے کی ماں بننے والی کنواری عورت پر ایسے وقت میں جو اضطرابی کیفیت طاری ہو سکتی تھی اس کو آئندہ ہونے کی بدنامی کے خوف اور اندیشے نے دوچند کر دیا تھا۔ مگر جو عورت اپنی پیدائش سے لے کر اب تک خرق عادت انداز میں پرورش پا رہی تھی اور اسی انداز سے آج ایک بچے کی ماں بننے کی کیفیت سی گزر رہی تھی خصوصی نیبی نگہداشت میں تھی۔ مریم علیہا السلام کی زبان سے اضطرابی کیفیت میں مذکورہ کلمہ ابھی نکلا ہی تھا کہ نگہداشت پر مامور فرشتے نے حکم خداوندی سے ان کو تسلی دیتے ہوئے پیدائش میں سہولت کا طریقہ بتا کر مزید بشارتوں کو ذکر کر دیا۔ پیدائش کی اس کیفیت اور اس پر تسلی کے ساتھ بشارت کو قرآن کریم نے اس طرح بیان کیا۔

ترجمہ۔ "پھر اس ہونے والے فرزند کا حمل ٹھہر گیا وہ(اپنی حالت چھپانے کے لئے) لوگوں سے الگ ہو کر دور چلی گئی پھر اسے درد زہ(کا اضطراب) کھجور کے ایک درخت کے نیچے لے گیا(وہ اس کے تنہ کے سہارے بیٹھ گئی) اس نے کہا کاش میں اس سے پہلے مر گئی ہوتی' میری ہستی کو لوگ یک قلم بھول گئے ہوتے' اس وقت(ایک پکارنے والے فرشتے نے) اسے نیچے سے پکارا' غمگین نہ ہو تیرے پروردگار نے تیرے تلے نہر جاری کر دی ہے اور کھجور کے درخت کا تنہ پکڑ کے اپنی طرف ہلا' تازہ اور پکے ہوئے پھلوں کے خوشے تجھ پر گرنے لگیں گے' کھا پی اور(اپنے بچے کے نظارے سے) آنکھیں ٹھنڈی کر' پھر اگر کوئی آدمی نظر آئے(اور پوچھ گچھ کرنے لگے) تو(اشارے سے) کہہ دے میں نے خدائے رحمٰن کے حضور روزہ کی منت مان رکھی ہے میں آج کسی آدمی سے بات چیت نہیں کر سکتی۔ پھر ایسا ہوا کہ وہ لڑکے کو ساتھ لے کر اپنی قوم کے پاس آئی۔ لڑکا اس کی گود میں تھا' لوگ(دیکھتے ہی) بول اٹھے' مریم! تو نے عجیب ہی بات کر دکھائی اور بڑی تہمت کا کام کر گزری۔ اے ہارون کی بہن! نہ تو تیرا باپ برا آدمی تھا نہ تیری ماں بدچلن تھی(تو یہ کیا کر بیٹھی) اس پر مریمؑ نے لڑکے کی طرف اشارہ کیا(کہ یہ تمہیں بتلا دے گا کہ حقیقت کیا ہے؟) لوگوں نے کہا بھلا اس سے ہم کیا بات کریں جو ابھی گود میں بیٹھنے والا شیر خوار بچہ ہے۔"

(سورۃ مریم)

اب حضرت مریم علیہا السلام بے حد پر سکون اور مطمئن نظر آ رہی تھیں اور قوم نے جب سکون و اطمینان کی اس کیفیت میں یہ اشارہ پایا کہ بچے سے پوچھ لو۔ حقیقت حال سے بچہ ہی پردہ اٹھا کر یہی اس راز کو کھولے گا کہ تقدیر خداوندی میں یہ ساری کارروائی ایک بہت بڑے مقصد کی تکمیل کے لئے سیکڑوں سال قبل موزوں ترین شخصیت تیار کی جا رہی ہے جس کو وقت موعودہ تک خصوصی حالات میں رکھا جائے گا۔ مگر انسانی تصور ان حقائق تک رسائی نہیں رکھتا۔

زبان مسیح سے فصیح و بلیغ گفتگو

قانون فطرت ہے کہ بچہ پیدائش کے بعد ایک وقت تک رونے کے سوا کچھ آواز نہیں نکال سکتا۔ پھر آہستہ آہستہ غوں غاں شروع ہوتی ہے اور طویل عرصہ کے بعد اکا دکا الفاظ اس کی زبان پر جاری ہوتے ہیں۔ اپنی ضروریات کی تکمیل کے لئے ضروری گفتگو تک کئی سال گزر جاتے ہیں۔ پھر تعلیم و تربیت کے مراحل سے گزر کر فصاحت و بلاغت کے ساتھ گفتگو کا مرحلہ سن شعور کے بھی بہت بعد شروع ہوتا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جب مریم علیہا السلام نے اشارے سے قوم کو یہ بتلایا کہ وہ سب حقیقت اسی بچے سے معلوم کر لیں تو قوم کے لوگ جو پہلے آپ کو ملامت کے تیروں سے زخمی کرنے کی سوچ رہے تھے حیرت زدہ رہ گئے۔ ان کا انداز گفتگو بدل گیا' حیرت و استعجاب سے پوچھنے لگے کہ جو بچہ ابھی گود میں دودھ پینے کے مرحلے میں ہے۔ اس سے کس طرح بات کر سکتے ہیں' اول تو وہ ہماری بات کو سمجھ کا نہیں پھر عادتاً اس میں بولنے اور حقیقت حال سے پردہ اٹھانے کی طبعی صلاحیت کیسے ہو سکتی ہے۔ یہ لوگ ابھی اسی حیرانگی کے عالم میں تھے کہ بچے نے خرق عادت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فصیح و بلیغ انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔ اپنی موجودہ اور آئندہ حقیقت کے راز کھول دیئے۔ قرآن کریم نے اس گفتگو کا تذکرہ اس طرح کیا ہے۔

ترجمہ۔ "لڑکا بول اٹھا' میں اللہ کا بندہ ہوں' اس نے مجھے کتاب دی اور نبی بنایا' اس نے مجھے بابرکت کیا خواہ میں کسی جگہ ہوں' اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کا حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں یہی میرا شعار ہو۔ اس نے مجھے اپنی ماں کا خدمت گزار بنایا۔ ایسا نہیں کہ خود سر اور نافرمان ہوتا' مجھ پر اس کی طرف سے سلامتی کا پیغام ہے جس دن پیدا ہوا' جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا۔"

(سورۃ مریم)

بقیہ مرزا قادیانی اور علامات مسیح

مگر جناب قادیانی نہ مکہ و مدینہ جا سکا نہ حج نصیب ہوا' مرنا تو دور کی بات ہے۔ اسی طرح روضہ رسول ﷺ میں مدفون ہونا تو وہم و گمان میں بھی نہیں آ سکتا۔

لہٰذا قادیانی اس نمبر میں بھی ناکام اور فیل ہوئے۔

قارئین کرام! مندرجہ بالا حوالہ جات سے آپ نے مسیح کی از روئے حدیث رسول ﷺ اور از روئے تحریرات مرزا دس علامات ملاحظہ فرمائیں' جن میں سے ایک بھی مرزا قادیانی میں نہ پائی گئی حالانکہ ایک دو کا پایا جانا بھی اس کے صدق کی دلیل نہ بن سکتا تھا۔ مگر خدائے ذوالجلال والانتقام ایسے کذابوں اور دجالوں کو علیٰ رؤوس الاشہاد سو فیصد ذلیل و خوار کرنا چاہتا ہے تاکہ اس کی مخلوق کے کسی بھی فرد کو ذرا بھی اشتباہ نہ ہو سکے کہ دیکھو اس میں یہ ایک یا دو علامتیں تو پائی ہی گئی ہیں۔ باقی بھی شاید پوری ہو جائیں۔ اس شک اور اشتباہ کو مکمل طور پر ختم کرنے کے لئے خدا تعالیٰ نے اس میں ایک علامت بھی ظاہر نہ ہونے دی۔ تاکہ یحییٰ من حی عن بینۃ و یھلک من ھلک عن بینۃ۔

آخر میں ہر فرد بشر(قادیانی و غیر قادیانی) سے استدعا ہے کہ ایسے راندگان درگاہ الٰہی سے تعلقات منقطع کر لیں اور اپنے دین و ایمان کی سلامتی کا سامان کریں اور جو افراد اس کے چنگل میں پھنس چکے ہیں وہ خصوصی طور پر اس مسئلہ میں غور و فکر سے کام لے کر سچے مسلمان بنیں اور سعادت اخروی حاصل کریں۔ وما توفیقی الا باللہ و ھو یھدی السبیل۔ اللھم انا نعوذبک من فتنۃ الدجال۔ آمین۔

قادیانیوں سے دردمندانہ اپیل

یاد رہے کہ مرزا قادیانی ہر بات میں فیل ہی فیل ہے۔ اپنی علمی تربیت میں بھی بوجہ عدم تکمیل کے فیل' بعدہ مختاری کا امتحان دیا اس میں بھی فیل' اپنی پیشگوئیوں میں فیل' آتھم وغیرہ کے مناظرہ میں فیل' مباحثہ دہلی میں فیل' محمدی بیگم کے نکاح میں فیل' اپنے ہر دعوے میں فیل' عربی تفسیر لکھنے کے چیلنج میں فیل' غرضیکہ ہر معاملہ میں فیل' جب دوسرا نکاح کیا اس وقت بھی فیل' مرزا فیل ہی فیل' لہٰذا قادیانیوں کی خدمت میں پرزور اپیل ہے کہ اپنے اس سو فیصد فیل کردہ سے جان چھڑا کر دین اسلام سے وابستہ ہو جاؤ۔

اللہ کے لئے محبت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور سرور عالم ﷺ نے فرمایا۔

"قیامت کے دن عرش الٰہی کے سایہ میں سات قسم کے آدمی ہوں گے۔ ایک ان میں وہ لوگ ہیں جو آپس میں اللہ کے لئے محبت رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا ایمان کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ کسی سے محبت نہ رکھے مگر ذات باری تعالیٰ کے لئے۔"

مفکرِ احرار چوہدری افضل حق

حفیظ رضا پسروری

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ کسی قوم کے اکابر ہی اس کی دولت بیدار اور حقیقی سرمایہ ہوتے ہیں۔ ان اکابر کے فہم و فراست، فطری بصیرت اور خلوص عمل سے روشنی حاصل کر کے قومیں اپنے لئے راہ عمل متعین کرتی ہیں اور ان کے نقش قدم پر چل کر بالآخر منزل مراد پالیتی ہیں۔ یہ بجا کہ ہماری ملی تاریخ کا بیشتر حصہ اسلاف کے مثالی کردار کی تابانیوں سے درخشاں ہے مگر اس دور کا ایک بہت بڑا المیہ ہے کہ آج ہماری قوم اس راستے پر چل نکلی ہے کہ جہاں اسلاف و اکابرین کے کارناموں سے روشنی حاصل کرنے کی قطعی ضرورت محسوس نہیں کرتی۔ ہمارے ہاں مادی آسائشوں اور کربناک ذہنی عیاشیوں کی مانگ تو بڑی تیزی سے بڑھتی جارہی ہے مگر اخلاقیات کی جنس گرانمایہ کی حیثیت مفقود ہوتی جارہی ہے۔ آج ہماری نوجوان نسل ان اکابرین کے زریں کارناموں سے بڑی حد تک بے خبر ہے جنہوں نے آزادی وطن کے لئے حریت فکر، قربانی و ایثار، علم و آگہی، ادب لطیف اور آزادی اظہار کی مشعلیں روشن کیں۔ فرنگی استعمار سے براہ راست نبرد آزما ہونے کے بجائے بالواسطہ جہاد کے لئے میدان تلاش کیا جنہوں نے اپنے اعلیٰ و ارفع مقصد کے حصول کے لئے بند و سلاسل اور مصائب و شدائد کے پہاڑ کاٹے۔ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کے قیام اور تحفظ ناموس رسالتؐ کے لئے تاریخ ساز کردار ادا کیا۔ ان اکابرینؒ میں چودھری افضل حق مرحومؒ بلاشبہ ایک ممتاز اور منفرد مقام رکھتے ہیں۔ ملت اسلامیہ کا یہ بطل جلیل ۲۸ جنوری ۱۹۴۲ء کو اپنے خالق حقیقی کے پاس چلا گیا۔

آج پھر آئی مجھے مرحوم افضل حق کی یاد
بن کے آنسو آنکھ سے دل کا لہو آنے لگا
پھر چلا کشمیر کی جانب کوئی دیوانہ وار
زندگی کو عزم کی اک راہ دکھلانے لگا

ترپن (۵۳) سال کا طویل عرصہ گزر جانے کے باوجود چودھری افضل حقؒ کی یاد آج بھی وابستگان تاریخ حریت کے دلوں اور ذہنوں میں جگمگا رہی ہے۔ چودھری صاحب گڑھ شنکر (ہوشیار پور) کے ایک معزز اور دینی گھرانے میں چودھری امیر خاں کے ہاں ۱۸۹۱ء میں پیدا ہوئے۔ بعض خاندانی حالات کی وجہ سے ان کے گھر کے افراد امرتسر منتقل ہوگئے تھے۔ جہاں انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ گھر کے دینی ماحول کی وجہ سے چودھری صاحب کی طبیعت پر دینی تعلیم و تعلیم کا بڑا اثر تھا لہٰذا وہ شروع ہی سے دینی مزاج رکھتے تھے۔ نماز روزہ کے پابند تھے۔ اپنی سوانح حیات "میرا افسانہ" میں فرماتے ہیں کہ۔

"اس زمانے میں شاید ہی کوئی نماز قضا ہوئی ہو۔"

امرتسر میں ایف اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد اسلامیہ کالج لاہور میں داخل ہوئے۔ پھر دیال سنگھ کالج منتقل ہوگئے۔ چونکہ مبداء فیاض نے افضل حق سے جو کام لینا تھا وہ ملک و ملت کی فلاح سے متعلق تھا۔ اس لئے افضل حق تعلیم ادھوری چھوڑ کر اپنے دینی رجحانات کی تلاش و طلب میں لگ گئے۔ کچھ مدت کے انتظار اور اپنے اہل خانہ کے اصرار پر محکمہ تعلیم میں بھرتی ہو کر سب انسپکٹر کی حیثیت سے تھانہ صدر ضلع لدھیانہ میں تربیت کے لئے چلے گئے۔ اور فراغت کے بعد وہیں متعین ہوگئے۔ یہ وہ دور تھا جب مسلمانوں کے لئے بین الاقوامی اور قومی مصائب کا دور شروع ہوچکا تھا اور ترکی کی خلافت عثمانیہ کے خاتمہ سے اسلامی دنیا میں طوفان برپا تھا۔ اس تحریک کے سبب ہر حساس اور ذی شعور مسلمان متاثر ہوچکا تھا۔

سنہ ۱۹۲۱ء کا زمانہ برصغیر میں تحریک خلافت کا زمانہ تھا۔ اس تحریک کے سلسلے میں لدھیانہ میں ایک قومی و ملی جلسہ ہوا جس میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ اور مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ کا خطاب تھا۔ اس جلسہ کی رپورٹنگ کے فرائض محکمہ پولیس کی طرف سے چودھری صاحبؒ کے سپرد تھے۔ امیر شریعتؒ نے جب اپنے لحن داؤدی میں تلاوت کلام پاک فرمائی اور اس کے بعد واقعات و حالات کی حقائق اور شعر و ادب میں ڈوب کر تصویر کشی کی جس میں انگریز کی ازلی اسلام دشمنی کی مفصل تاریخ بیان فرماتے ہوئے سلطان ترکی کی معزولی، جنگ عظیم ثانی میں ترکوں کی مظلومی، برصغیر میں آزادی پسند قوتوں کے ساتھ انگریز کی بربریت اور بے پناہ مظالم اور مستقبل کے خطرات کا تفصیلی ذکر کیا تو شاہ جیؒ کی تقریر کے حسن نے مجمع پر وجد آور کیفیت طاری کردی جس سے افضل حقؒ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا اور فی الحقیقت افضل حق شاہ جیؒ کے فیضان نظر کا شکار ہوچکا تھا۔ فوراً ملازمت سے استعفیٰ دے کر کاروان حریت میں شریک ہوگئے۔ جب تحریک عدم تعاون کا آغاز ہوا تو چودھری افضل حقؒ ۳ سال تک اس میں نہایت دلیری سے حصہ لیتے رہے جس کے نتیجہ میں پہلی بار گرفتار ہو کر ۱۰ فروری ۱۹۲۲ء کو ہوشیار پور جیل بھیج دیئے گئے۔ عدالت میں مقدمہ کے سلسلہ میں کسی قسم کا بیان دینے سے انکار کردیا جس پر ۶ ماہ قید کی سزا پائی جو آپ نے نہایت عزم و حوصلہ کے ساتھ انبالہ جیل میں کاٹی۔ جہاں پر آپ کو قید تنہائی میں رکھا گیا اور روزانہ پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر گھٹنوں ہاتھوں کو اوپر تک اٹھایا جاتا رہا۔ پھر کڑیاں باندھی گئیں جس کے نتیجے میں دوران خون معطل ہونے کے سبب جیل میں ہی نوجوانی کے عالم میں فالج کے حملہ کا شکار ہوئے اور رہائی کے بعد عوام کی بے پناہ محبت و عقیدت کے سبب پنجاب اسمبلی کے ممبر منتخب ہوگئے۔ جہاں بارہ برس تک اہم قومی خدمات انجام دیتے رہے۔ افسوس! آج کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ آزادی کے حصول کے لئے ہمارے قومی و ملی رہنماؤں نے کیا کیا مصیبتیں کاٹیں اور کن دشوار راستوں سے گزرے۔

تاریخ اسیران وفا پوچھتے ہو کیا
آیا تھا ابھی ہوش کہ زنداں نظر آیا

۱۹۲۷ء میں راولپنڈی کے سکھ مسلم فسادات کے نتائج کی بنا پر آپ نے اسمبلی میں سکھوں کی کرپان کے مقابلہ میں مسلمانوں کے لئے تلوار یا کلہاڑی رکھنے کا بل پاس کروایا۔ آپ کے ایک غیور اور بہادر ساتھی ممبر چودھری عبدالرحمٰن راموںؒ نے عبادت گاہوں کے سامنے بینڈ باجہ نہ بجانے کا بل پاس کروایا۔ انگریزی استعمار کے دور میں چودھری افضل حق کا یہ کارنامہ ہماری تاریخ حریت کا شاندار باب ہے۔ اس دور میں مسلمان راہنماؤں کی اکثریت نے قومی و ملی جدوجہد مسلم کانفرنس کے پلیٹ فارم سے شروع کر رکھی تھی۔ مولانا ابوالکلام آزادؒ جیل گئے تو جاتے جاتے چودھری افضل حق کو اپنا قائم مقام مقرر کرگئے اور علالت کے باوجود اس تحریک سے وابستہ رہے اور اسی کے نتیجہ میں دوبارہ گرفتار ہو کر ۹ ماہ قید کے حکم کے ساتھ گورکھپور جیل بھجوائے گئے۔

سنہ ۱۹۲۹ء میں مسلم رہنماؤں بالخصوص امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ، مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانویؒ، مولانا داؤد غزنویؒ، غازی عبدالرحمٰن امرتسریؒ، جناب شیخ حسام الدینؒ نے مجلس احرار اسلام کے قیام کا فیصلہ کیا۔ اس مخلص، غریب، فعال اور اسلامی ذہن سے آراستہ جماعت نے بہت جلد ملت اسلامیہ میں آزادی فکر، حریت و آزادی، استخلاص ملک و ملت، عشق رسولؐ، ختم نبوت اور مسلمانوں میں عزت نفس کے جذبات ابھار کر دیئے اور مسلمان جو انگریز اور ہندو کی بالادستی سے دب چکے تھے بحیثیت ایک عظیم الشان قوم کے ابھرے۔ احرار نے بہت جلد مسلمانوں کے متوسط اور غریب مسلمانوں میں اعتماد، حوصلہ اور عشق رسولؐ کا لازوال جذبہ پیدا کردیا۔ اس کے ساتھ مسلمانوں میں طاغوتی طاقتوں اور غیر اسلامی رجحانات کے خلاف جذبہ جہاد کو فروغ دے کر عقیدۂ ختم نبوت اور آزادانہ باوقار اسلامی جدوجہد کے انمٹ نقوش ابھار گئے۔ اسی جماعت نے مسلمانوں میں جینے کا حوصلہ پیدا کیا اور اس [illegible] حریت

فکر کے پیچھے افضل حق کا دماغ اور عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کا خطاب کام کر رہا تھا۔ احرار کو اپنی تشکیل کے بعد سب سے پہلے تحریک آزادی کشمیر کا سامنا کرنا پڑا اور اس تحریک میں پچاس ہزار سے زائد مسلمان گرفتار ہوئے۔ ڈوگرہ راج کے خلاف یہ تحریک ہماری تاریخ آزادی کا روشن باب ہے جس میں افضل حق کی قائدانہ صلاحیتوں کا بڑا دخل تھا۔ اسی تحریک کے نتیجہ میں وہ تیسری بار ملتان جیل بھیجے گئے۔ اللہ اکبر۔

دوسری جنگ عظیم شروع ہونے کے ساتھ ہی احرار نے "فوجی بھرتی بائیکاٹ" کا تاریخی امرتسر ریزولوشن پاس کیا۔ جس کے سبب احرار رہنماؤں کو دار و رسن، بند و سلاسل کے مہیب اور طویل مرحلوں سے گزرنا پڑا۔ ان میں معروف ادیب، صحافی، رہنما آغا شورش کاشمیریؒ اور مولانا حبیب الرحمن لدھیانویؒ مسلسل ۵ سال تک ساہیوال اور کیمپ تحلہ جیلوں میں رہے۔ اس سلسلے میں مرحوم آغا شورش کاشمیریؒ کی شہرہ آفاق تصنیف "پس دیوار زنداں" میں اس قید کی تفصیلات پڑھ کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ہم نے جس وقت سیاست میں قدم رکھا تھا
اس سیاست کا صلہ آہنی زنجیریں تھیں

دیگر احرار رہنما شاہ جیؒ صاحبزادہ فیض الحسنؒ شیخ حسام الدینؒ قاضی صاحبؒ علامہ انور صابریؒ جانباز مرزاؒ ماسٹر تاج الدین انصاریؒ مولانا مظہر علی اظہرؒ خواجہ عبدالرحیم عاجزؒ صوفی عنایت محمد پسروریؒ مولانا محمد گل شیرؒ مولانا عبدالرحمن کی دیگر اصحاب کے ساتھ مختلف المیعاد قیدیں کاٹتے رہے۔ بعد میں تحریک شہید گنج میں چوہدری صاحب کا کردار ملت اسلامیہ کا قابل فخر سرمایہ ہے۔

چوہدری افضل حق کو اللہ تعالیٰ نے قلم کا خوبصورت حسن بھی عطا کر رکھا تھا۔ راولپنڈی جیل میں انہوں نے اپنی مشہور زمانہ تصنیف "زندگی" اور "مخلوط افضل حق" کو مکمل کیا جو ہمارے ادب عالیہ کا عظیم شاہکار ہیں۔ ان کے علاوہ چوہدری صاحب نے تاریخ احرار، شعور، محبوب خدا، میرا افسانہ ایسی شاہکار تصنیفات تخلیق کیں۔ اس کے علاوہ ان دنوں مشہور عالم دین مولانا بہاء الحق قاسمی امرتسریؒ کے ساتھ "اسلام میں امراء کا وجود" کے مسئلہ پر خط و کتابت، سہ روزہ زمزم لاہور میں شائع ہو کر طالبان حق کے لئے دلچسپی کا باعث بنی۔

چوہدری صاحب جیسے لوگ روز روز پیدا نہیں ہوتے۔ وہ ملت اسلامیہ پر اللہ تعالیٰ کا خصوصی انعام تھے۔ جیل میں ان کو سرمہ کھلا دیا گیا جس سے ان کی آواز بیٹھ گئی تھی۔ اس کے باوجود وہ شب و روز اپنی قومی و ملی جدوجہد میں مصروف رہے۔ اس طویل اور صبر آزما جدوجہد کے نتیجہ میں یہ تھکا ہارا، غریب و مخلص اور درویش صفت رہنما مختصر علالت کے بعد ۸ر جنوری ۱۹۴۲ء کو انتقال کر گیا اور لٹن روڈ پر قبرستان

باقی ص ۲۷ پر

نئی تہذیب کے انڈے ہیں گندے

حافظ محمد اقبال رنگونی، مانچسٹر

سنگاپور میں امریکی نوجوان کو کوڑے کی سزا اور امریکہ کا واویلا

گزشتہ دنوں سنگاپور میں ۱۸ سالہ امریکی نوجوان مائیکل نے سنگاپور کی سڑکوں پر ہنگامہ کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا اور عدالت نے ملکی قانون کی خلاف ورزی پر چھ کوڑوں اور قید کی سزا سنائی، جس پر امریکہ اور برطانیہ کے اخبارات نے بہت زیادہ واویلا کیا اور اسے جاہلانہ تہذیب قرار دیتے ہوئے سنگاپور کی حکومت پر دباؤ ڈالا گیا کہ کوڑوں کی یہ سزا معطل کی جائے کہ موجودہ تہذیب اس سزا کی متحمل نہیں ہو سکتی۔ امریکی صدر بل کلنٹن نے سنگاپور کی عدالت کے فیصلے پر گہری تشویش کا اظہار کیا اور کھلے عام اس سزا پر کڑی نکتہ چینی کی۔ امریکی صدر نے اس سزا پر تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ

I think it was a mistake

امریکہ کے نائب سیکریٹری آف اسٹیٹ ونسٹن لارڈ نے واشنگٹن میں سنگاپور کے سفیر کو امور خارجہ کے دفتر میں طلب کر کے اپنی حکومت کے موقف سے آگاہ کیا اور کہا کہ سنگاپور کی عدالت کے اس فیصلے سے امریکہ کو بڑی مایوسی ہوئی ہے اور ساتھ ہی یہ کہا کہ امور خارجہ امریکی شہریوں کو خبردار کرے گی کہ اگر سنگاپور میں امریکی شہری کسی جرم میں ملوث پایا گیا تو اسے سخت سزا دی جائے گی۔

ٹائم انٹرنیشنل نے ۱۶ر مئی ۱۹۹۴ء شمارہ ۲۰ ص ۳۷ پر The mark of the cane کے عنوان کے تحت ایک مضمون شائع کیا اور امریکی نوجوان کو دی گئی کوڑوں کی سزا والی رنگین تصویر بھی شائع کی، جس میں دکھلایا گیا ہے کہ امریکی نوجوان کو ایک لکڑی پر پیٹ کے بل اوندھا کر کے، اور ہاتھ پیر باندھ کر سزا دی جارہی ہے۔ اور کوڑے مارنے والے کے انداز سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ وہ بڑی شدید ضرب لگا رہا ہے اور اس کا ہاتھ اوپر سے نیچے آرہا ہے۔

امریکی نوجوان کو دی جانے والی یہ سزا امریکہ میں گفتگو اور بحث کا موضوع بنی ہوئی ہے۔ اخبارات اور دیگر ذرائع امریکی عوام کی آراء معلوم کرنے کے لئے انٹرویوز لے رہے ہیں۔ سی این این کی رپورٹ بتلاتی ہے کہ امریکی عوام کی اکثریت سنگاپور میں دی جانے والی اس سزا کی حمایت کرتے ہیں اور سنگاپور کے ملکی قانون کا احترام کرتے ہوئے انہیں حق بجانب سمجھتے ہیں۔ بعض لوگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ اگر امریکہ بھی اس قسم کی کڑی سزائیں نافذ کرے تو امریکہ میں جرائم ختم ہو سکتے ہیں اور لوگوں کے جان و مال کی حفاظت ہو سکتی ہے۔

سنگاپور میں دی جانے والی اس سزا نے اس وقت عالمی شہرت حاصل کر لی ہے۔ وہ لوگ جو اس سزا کو وحشیانہ اور جاہلانہ قرار دیتے ہوئے اسلام کی متعین کردہ سزاؤں کو نشانہ طعن بناتے تھے، وہ بھی اب تسلیم کر رہے ہیں کہ ان سزاؤں سے معاشرہ کا لٹا ہوا سکون دوبارہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اور اس سے لوگوں کی عزت و عصمت، جان و مال کا تحفظ کیا جا سکتا ہے۔ سنگاپور کی حکومت اسلامی نہیں لیکن معاشرہ کی خوشحالی اور صحت یابی کے لئے جو بظاہر سخت سزائیں تجویز کرتی ہے، اس سے سنگاپور کے عوام پوری طرح مطمئن ہیں۔ اور امریکہ و یورپ کے بھی اکثر عوام اس سزا کے حامی ہیں۔ البتہ وہ لوگ جن کے دلوں میں چور ہے، جو بظاہر شریف اور باطن بدمعاش ہیں، وہ اس سزا کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرتے ہیں۔ ان لوگوں کے نزدیک یہ سزائیں موجودہ تہذیب اور حقوق انسانی کے قطعاً خلاف ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نام نہاد مفکرین محض چند افراد کو بچانے کے لئے پورے معاشرے کو داؤ پر لگانے کے لئے تیار ہیں۔ ان کے نزدیک پورا معاشرہ بے شک غیر یقینی صورتحال سے دوچار رہے اور بے اطمینانی کی زندگی گزارے، لیکن چند افراد پر کڑی سزائیں نافذ کرنا وحشیانہ اور جاہلانہ عمل قرار پاتا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ نے چور کو دی جانے والی سزا کے سلسلے میں کتنا پیارا بیان دیا ہے کہ: بلا شبہ جہاں کہیں یہ حدود جاری ہوتی ہیں وہ چاری کی سزا پانے کے بعد چوری کا دروازہ قطعاً بند ہو جاتا ہے۔

آج کل مدعیان تہذیب اس قسم کی حدود کو وحشیانہ سزا سے موسوم کرتے ہیں لیکن چوری کرنا اگر صاحبوں کے نزدیک کوئی مہذب فعل نہیں ہے تو یقیناً آپ کی مہذب سزا اس غیر مہذب دستبرد کے استیصال میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ اگر تھوڑی سی وحشت کا تحمل کرنے سے بہت سے چور مہذب بنائے جا سکتے ہیں تو حامیں تہذیب کو خوش ہونا چاہئے کہ ان کے تہذیبی مشن میں اس وحشت سے مدد مل رہی ہے۔ (فوائد القرآن ص ۱۵۰)

جن ممالک میں یہ سزائیں کسی نہ کسی درجے میں رائج ہیں، وہاں کے لوگ سکون و اطمینان کا سانس لیتے ہیں اور بے خوف و خطر آتے جاتے ہیں اور جہاں ان سزاؤں کو وحشیانہ اور غیر مہذب سزائیں کہا جارہا ہے، ان کے حالات بھی دیکھیں، جرائم میں دن بدن اضافہ، قتل و غارت گری، تشدد و خوف، ۸ سالہ بچی سے لے کر ۸۰ سالہ بوڑھی تک اس قسم کے قماش کا شکار بنی ہوئی ہے۔ امریکہ، برطانیہ میں شاید ہی کوئی ایک گھنٹہ گزرتا ہو جس میں کہیں نہ کہیں ہنگامہ، چوری، لوٹ مار، قتل، ہراساں کرنے اور عورتوں کو تنگ کرنے کے واقعات رونما ہوتے ہوں۔ اس کے باوجود مغربی حکمران دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم سے زیادہ مہذب کوئی نہیں۔ ترقی، یورپ کی ہی تقلید میں مضمر ہے، جبکہ یہ ترقی نہیں تنزلی کی انتہا ہے۔ یہ تہذیب نہیں دور جاہلیت کی واپسی ہے۔ ہمیں یقین ہے کہ انہیں تہذیب و اخلاق اور

انسانی حقوق کا معنی سمجھنے میں ضرور غلطی کی ہے' ورنہ کبھی اس قسم کی بے وقوفی کا ارتکاب نہ کرتے کہ ایک کے بدلے سو(۱۰۰) کی زندگی اجیرن ہو جائے۔

سنگاپور میں دی جانے والی سزا کی کیفیت یہ تھی کہ مجرم کے ہاتھ پیر خوب باندھے گئے' اسے پیٹ کے بل اوندھا لٹایا گیا' مارنے والے نے پوری قوت کے ساتھ ہاتھ تان کر مارا جبکہ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ کوڑے کی ضرب کا اثر انسان کی کھال تک رہے۔ اس طرح مارنا کہ اس کی کھال پھٹ جائے یا زخم آجائے یا اس کا اثر گوشت تک پہنچ جائے' جائز نہیں ہے۔ مجرم کو باندھنا بھی اسی وقت ہو کہ وہ بھاگنے کی کوشش کرے' ورنہ اسے باندھنے کی بھی اجازت نہیں۔ اور کوڑا بھی نہایت اوسط درجہ کا ہو' نہ بہت سخت اور نہ بہت نرم' اور پھر یہ کہ پوری قوت کے ساتھ ہاتھ تان کر مارنا بھی جائز نہیں رکھا گیا۔ بلکہ یہ ہدایت دی گئی کہ مارنے والا اس طرح مارے کہ اس کی بغل نہ کھلنے پائے۔ اضرب ولا یری ابطک(المصنف ابن ابی شیبہ جلد ۵ص ۵۳۰)

جن اسلامی ممالک میں ان احکامات کی خلاف ورزی ہو رہی ہے' اس کے بارے میں یوں تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ ان لوگوں کا اپنا فیصلہ ہے' جو غلط ہے' لیکن اس طریقے کو اسلام کے سر تھوپنا کسی صورت میں درست نہیں۔ اعدائے اسلام اسلامی ممالک میں رائج ان غلط طریقوں کو اسلامی طریقہ سمجھتے اور لوگوں کو سمجھاتے ہیں' ان کا اصل مقصد ممالک اسلامیہ کو نہیں' بلکہ اسلام کو نشانہ طعن بنانا ہوتا ہے۔

امریکی و مغربی حکمرانوں اور دانشوروں سے ہماری گزارش ہے کہ وہ ان مسلم اور غیر مسلم ممالک کی طرف ایک نظر کریں' جہاں مجرم کو اس قسم کی سزا دی جاری ہے' اور یہ بھی دیکھیں کہ ان قوانین کی روشنی میں ان ممالک میں جرائم کی شرح کیا ہے' پھر اپنے نام نہاد تہذیب یافتہ ملک اور وہاں تیزی سے بڑھنے والے جرائم بھی دیکھیں' پھر فیصلہ کریں کہ ان سخت سزاؤں کے قوانین سے معاشرہ کو سکون نصیب ہوتا ہے یا نہیں؟ جرائم کی تعداد میں اضافہ ہوتا ہے یا کمی؟

جو حکمراں اور دانشور مجرموں کو سخت سزا دینے کے مخالف ہیں' وہ ہی دراصل مجرموں کو جرائم پر آمادہ کرنے کے ذمہ دار ہیں۔ اور معاشرے کو اس قسم کے مفکرین کے فیصلوں سے جس خوف و کرب سے گزرنا پڑتا ہے' اس کا مشاہدہ مغربی اور امریکی دنیا میں کیا جاسکتا ہے۔

ڈاکٹر غلام فرید بھٹی

صیہونیت ایک خطرناک یہودی تحریک

صیہون(Zion) قدیم یروشلم کی ایک پہاڑی کا نام ہے۔ یہودی عقیدے کے مطابق حضرت داؤد علیہ السلام نے اس پہاڑی پر ایک عبادت خانہ تعمیر کیا' جہاں وہ اللہ کی عبادت کرتے تھے۔ حضرت داؤد علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک اہم پیغمبر تھے لہٰذا اس پہاڑی کو مقدس سمجھا جانے لگا۔ یہودیوں نے اپنے عالمی قومی مقاصد کی تکمیل کے لئے اسے ایک علامت بنا لیا۔ اسی سے لفظ صیہونیت(Zionism) بنا ہے۔

صیہونیت ایک ایسی تحریک کا نام تھا کہ جس کے مقاصد میں یہودیوں کی منتشر قوم کے لئے فلسطین میں ایک وطن کا قیام شامل تھا۔ اسرائیل کے قائم ہو جانے کے بعد اس تحریک کا اہم مقصد پورا ہو گیا۔ اسرائیل کا قیام بذات خود ایک مقصد نہیں بلکہ ایک بڑے مقصد کا ایک حصہ ہے۔ صیہونیت کا اصل مقصد یہ ہے کہ پوری دنیا میں یہودی اثر و رسوخ قائم ہو جائے۔ اسرائیل کے قیام سے یہودیوں کو ایک ایسا سیاسی ٹھکانا مل گیا' جہاں وہ اپنے مقاصد کی تکمیل کے لئے اپنے عالمی منصوبے پر زیادہ آسانی سے عمل درآمد کر رہے ہیں۔

صیہونیت ایک جامع اصطلاح ہے' جس میں وہ تمام کارروائیاں شامل ہیں جو یہودی مقاصد کی تکمیل کے لئے ضروری ہوں۔ یہ تحریک زندگی کے سیاسی' مذہبی' معاشرتی اور معاشی پہلوؤں پر حاوی ہے۔ یہ ایک قسم کی فوجی تحریک بھی ہے جو اپنے مقاصد کے حصول کے لئے دہشت گردی' تشدد اور ظلم و جبر کے تمام حربوں کو جائز سمجھتی ہے۔

اس تحریک میں ہر یہودی بلا تفریق ملک و قوم اسرائیل کا وفادار ہے۔ دوسری تمام وفاداریاں اس کے تحت آتی ہیں۔

اگست ۱۸۹۷ء میں باسل(Basle) کے مقام پر صیہونیوں کی ایک کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کانفرنس میں صیہونی تحریک کی تاریخ کا ایک اہم اعلامیہ جاری ہوا' جس کے مطابق صیہونیت فلسطین میں یہودیوں کی خاطر ایک وطن کے قیام کی جدوجہد کر رہی ہے' جہاں یہودیوں کو تمام شہری حقوق حاصل ہوں گے۔ اس مقصد کے حصول کے لئے کانفرنس یہ فیصلہ کرتی ہے کہ۔

○... فلسطین میں یہودی کسانوں' مزدوروں اور کاریگروں کی آباد کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

○... مقامی قوانین اور حالات کے تحت تمام ملکوں میں یہودیوں کی تنظیمیں قائم کی جائیں' جو ایک عالمی تنظیم کے تحت ہوں گے۔

○... یہودیوں میں نسلی تفاخر کا احساس اور شعور بیدار کیا جائے۔

○... ان مقاصد کے حصول کے لئے سرکاری منظوری حاصل کرنے کے لئے ابتدائی اقدامات کئے جائیں۔

یہودیوں نے محولہ بالا کانفرنس کے اعلامیے کی روشنی میں جو اقدامات کئے' ان کا خلاصہ درج ذیل سطور میں بیان کیا جارہا ہے۔

برطانیہ کا کردار

برطانیہ کے یہودی صیہونیت کی تحریک کو آگے بڑھانے میں پیش پیش تھے۔ برطانوی سرمایہ داروں نے برطانوی یہودیوں کی عملی مدد کی۔ بڑے بڑے کاروباری اداروں نے صحافیوں کی خدمات حاصل کیں تاکہ فلسطین میں ایک یہودی حکومت کے قیام کے لئے رائے عامہ ہموار کی جائے۔

یہودیوں نے ترکی کے سلطان عبدالحمید سے مراعات حاصل کرنے کے لئے کوشش شروع کردی تاکہ فلسطین میں ایک خود مختار یہودی حکومت کے قیام کے لئے راہ ہموار کی جائے۔ اس مقصد کے لئے ۱۸۹۸ء میں یہودیوں نے جرمنی کے قیصر ولیم کی خدمات بھی حاصل کیں۔ لیکن سلطان عبدالحمید نے صاف انکار کردیا۔

یہودیوں نے اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ اب انہوں نے سلطان عبدالحمید کی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے ترکی میں خفیہ تنظیم قائم کردی اور زیر زمین سلطان کے خلاف کام کرنے لگے۔ ان خفیہ سرگرمیوں کے نتیجے میں ۱۹۱۳ء میں شوکت پاشا نے فوج کی مدد سے سلطان کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔ جب نئی حکومت نے اپنی کابینہ تشکیل دی تو اس میں تین یہودی نژاد وزیر شامل تھے۔ جن کو تعمیرات عامہ' تجارت و زراعت اور مالیات کے محکمے سپرد کئے گئے۔ فلسطین میں عمل دخل حاصل کرنے کے لئے یہودیوں کی یہ پہلی کامیابی تھی۔

۱۹۱۴ء میں ان تینوں یہودی وزراء نے ترک حکومت سے ایک قانون پاس کرایا کہ یہودیوں کو فلسطین میں جائیداد بنانے کی اجازت دی جائے۔ اس طرح تاریخ میں پہلی مرتبہ یہودیوں کو فلسطین میں اپنی تنظیمیں اور ادارے قائم کرنے کا موقع ملا۔ ان قوانین کے نتیجے میں سلطان کی فلسطینی جاگیریں بکنا شروع ہو گئیں۔ یہ زمینیں نہایت زرخیز تھیں اور یہودیوں نے مشترکہ طور پر خریدنا شروع کردیں۔

پہلی جنگ عظیم کے اختتام سے کچھ عرصہ پہلے جب یہ بات واضح ہو گئی کہ جرمنی اتحادیوں کے ہاتھوں شکست کھا جائے گا تو یہودیوں نے اتحادیوں پر زور دیا کہ ان کے لئے فلسطین میں ایک یہودی ریاست قائم کی جائے جو کہ برطانیہ کے زیر تحفظ ہو گی۔ اس کے بدلے میں دنیا بھر کے یہودی جنگ میں جرمنی کے خلاف اتحادیوں کی مدد کریں گے۔ برطانیہ کو اس بات کا یقین دلایا گیا کہ ریاست مذکور کے قیام سے برطانیہ کے لئے ہندوستان کا بحری راستہ محفوظ ہو جائے گا۔

بعد ازاں یہودیوں نے اتحادی ملکوں بالخصوص برطانیہ اور امریکہ میں اپنا پروپیگنڈہ تیز کر دیا تاکہ باسل میں ہونے والی عالمی یہودی کانفرنس کے فیصلوں کو عملی جامہ پہنایا جا سکے۔ ان فیصلوں کا مقصد یہودیوں میں عالمگیر اتحاد پیدا کر کے فلسطین میں یہودیوں کے لئے ایک خود مختار ریاست کا قیام تھا۔ ۱۹۱۷ء میں اپنے شبانہ روز پروپیگنڈے اور ڈپلومیٹک سرگرمیوں کی وجہ سے یہودیوں نے انگریزوں سے مشہور زمانہ "اعلان بالفور" کروا لیا۔

اس اعلان کی رو سے برطانیہ اور فرانس نے عرب ملکوں کو آپس میں تقسیم کرنے کا فیصلہ کیا۔ چونکہ یہودی اور عرب دونوں قوموں نے سلطنت عثمانیہ کے خلاف اتحادیوں کی بھرپور مدد کی تھی لہٰذا سلطنت عثمانیہ کی شکست کے بعد کچھ عرب علاقے عربوں کو اور کچھ علاقے یہودیوں کو مال غنیمت کے طور پر دیئے گئے۔ یہودیوں کو فلسطین کا وہ علاقہ ملا جو آج اسرائیل کہلاتا ہے۔ اور عربوں کو سعودی عرب، اردن اور عراق کا علاقہ ملا۔ اس طرح جنگ عظیم اول ۱۹۱۴ء تا ۱۹۱۸ء کے خاتمے تک صیہونیت سلطنت عثمانیہ کا خاتمہ کرتے ہوئے اسرائیل کے قیام کی راہ ہموار کر کے اپنے مقاصد کا اہم حصہ حاصل کر چکی تھی۔

۱۹۲۲ء میں لیگ آف نیشنز (League of Nations) نے فلسطین کو برطانوی انتداب (Mandate) میں دے دیا تو امریکی کانگرس نے ایک قرارداد منظور کی، جس کی رو سے امریکہ نے فلسطین میں ایک یہودی ریاست کے قیام کی حوصلہ افزائی کرنے کا عہد کیا۔ دو سال بعد امریکہ نے ایک خاص فرمان پر دستخط کئے، جس کی رو سے اعلان بالفور (Balfour declaration) اور فرمان انتداب (Mandate) میں کسی بھی قسم کی تبدیلی سے پہلے امریکہ کی منظوری لازمی قرار دی گئی۔

مذکورہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ صیہونی تحریک شروع ہی سے عربوں کے خلاف جارحانہ عزائم رکھتی تھی۔ صیہونی تحریک نے ہمیشہ سامراجی قوتوں کا ساتھ دیا جن کی پالیسی کا مقصد عربوں کے درمیان انتشار اور جھگڑے پیدا کرنا تھا۔ برطانوی دور انتداب کے دوران فلسطین میں انگریزوں کی پالیسی مندرجہ ذیل تھی۔

۱۔ یہودیوں کی فلسطین میں نقل مکانی کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

۲۔ یہودیوں کے ہاتھ مقامی عربوں کی زمینیں فروخت کرنے کی حوصلہ افزائی کی جائے۔

۳۔ یہودیوں کو مختلف سماجی اور معاشرتی ادارے قائم کرنے کی اجازت دی جائے۔ اس کے برعکس عربوں کو اس حق سے محروم رکھا جائے۔

۴۔ یہودیوں کو فوجی تربیت حاصل کرنے کی تمام ممکن سہولتیں فراہم کی جائیں۔

۵۔ فلسطین میں برطانوی اور امریکی سرمایہ کاری کی حوصلہ افزائی کی جائے تاکہ اسرائیل میں ان کی صنعتوں کو ترقی میں مدد مل سکے اور یہودی اپنی مرضی کے مطابق وہاں زندگی بسر کر سکیں۔

اس پالیسی کا مقصد عربوں کی صنعتی ترقی کو ختم کرنا اور انہیں بے روزگاری کی مصیبت میں مبتلا کرنا تھا۔ نیز یہودیوں کی مزدور تحریک کی ترقی اور اسے یہودی ریاست کے قیام کے لئے ایک ریزرو فورس بنانا تھا۔ جنگ عظیم دوم ۱۹۳۹ء تا ۱۹۴۵ء کے دوران یہودی تنظیموں کے ذریعے یہودیوں کو فوجی تربیت دی گئی۔ چونکہ یہودی فوج اتحادیوں کی فوج کا ایک حصہ تھی اس لئے یہودی فوجوں اور ان کے تحت کام کرنے والی فوجی تنظیموں کے ہاتھوں فلسطینی عربوں پر عرصہ حیات تنگ کر دیا گیا۔

اقوام متحدہ کا کردار

جنگ عظیم دوم اتحادیوں کی فتح پر ختم ہوئی تو برطانیہ نے فلسطین کی حفاظت کے سلسلہ میں کسی قسم کی مزید ذمہ داری اٹھانے سے معذوری کا اعلان کر دیا۔ یہ اعلان اس وقت کیا گیا جبکہ برطانیہ یہودیوں کی ایک تربیت یافتہ اور مسلح فوج تیار کرنے میں پوری مدد دے چکا تھا۔ اور جبکہ فلسطین میں یہودی تارکین وطن کی تعداد چھ لاکھ ہو چکی تھی۔ اس کے بعد امریکہ نے فوری طور پر ایک تحقیقاتی کمیشن قائم کر دیا، جس کا مقصد مسئلہ فلسطین کا حل تلاش کرنا تھا۔ فروری ۱۹۴۷ء میں برطانوی حکومت نے مسئلہ فلسطین اقوام متحدہ میں پیش کر دیا تاکہ اس کا کوئی حل تلاش کیا جا سکے۔ اس عالمی تنظیم نے اس کا یہ حل پیش کیا کہ فلسطین کو عربوں اور یہودیوں کے درمیان تقسیم کر دیا جائے۔ ۲۹ نومبر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی نے تقسیم ملک یعنی فلسطین کے اصول کی حمایت کر کے اس کو یہودیوں اور عربوں میں تقسیم کرنے کا فیصلہ دے دیا۔

یہودی اگرچہ فلسطین کی صرف سات فیصد زمینوں پر قابض تھے لیکن اقوام متحدہ نے انہیں کل رقبہ کا ۵۵ فیصد دے دیا تاکہ وہ اپنی ریاست قائم کر سکیں۔ یہودیوں کو دیا جانے والا علاقہ فلسطین کا زرخیز ترین علاقہ تھا۔ اور یہ سب کچھ اس ادارے کی وساطت سے ہوا جو دنیا میں حق و انصاف اور آزادی و مساوات کا سب سے بڑا علمبردار ہے۔

اسرائیل کا قیام

اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی اس قرارداد کا اعلان ہوتے ہی اتحادی اسلحہ سے مسلح یہودی دستوں نے یہودی ریاست میں شامل ہونے والے مجوزہ علاقوں میں، نیز جن علاقوں پر یہودی مزید قبضہ کرنا چاہتے تھے، ان میں عربوں کا قتل عام شروع کر دیا۔ باوجودیکہ ان میں سے کچھ علاقے اقوام متحدہ نے عربوں کو الاٹ کئے تھے۔ یہ سب کچھ انگریزوں کی موجودگی میں ہوا جو اس وقت بھی اس علاقے کے نظم و نسق کے ذمہ دار تھے۔ یہودیوں کی اس دہشت انگیزی کے نتیجے کے طور پر تین لاکھ عرب بے گھر ہو گئے۔

عربوں نے اس تقسیم کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ یہودیوں نے اقوام متحدہ کی کارروائیوں کو تیز تر کرتے ہوئے ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کو تل ابیب میں یہودی ریاست کے قیام کا اعلان کر دیا۔ امریکہ، برطانیہ، روس، فرانس اور دیگر سامراجی طاقتوں نے اسے فوری طور پر تسلیم کر لیا۔

اگلے دن عربوں اور یہودیوں کے درمیان مسلح تصادم شروع ہو گئے۔ جو کسی نہ کسی رنگ میں اب تک جاری ہیں۔ صیہونیت کا تعارف اور اسرائیل کے قیام اور عزائم کو جاننے کے بعد یہ ضروری ہو گیا ہے کہ مسلمان اپنی صفوں میں اتحاد پیدا کریں۔ اپنے دشمنوں کی سازشوں کی تفصیل اور ان کے طریق کار کو سمجھ کر ان سازشوں کو ناکام بنانے کی کوشش کریں۔ اگر ہم اپنے دشمن کے منصوبوں اور ان کے طریق کار سے بے خبر رہے تو امت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا اور امت اسلامیہ یقیناً اس نقصان کی ہرگز متحمل نہیں ہو سکتی ہے۔

بقیہ اسلام اور سیکولرازم

کریں۔ دو رکعت واجب الطواف ادا کرے آپ زم زم پئیں۔ دعا مانگ کر دوان استلام کے بعد صفا و مروہ کی سعی کر کے بال منڈوا یا سر منڈوا دیں۔ اور احرام کھول کر لباس پہن لیں احرام کی پابندیاں ختم ہو جائیں گی۔ دوبارہ ۸ ذالحجہ کو اسی طریقہ سے حج کا احرام باندھ کر مکہ سے منیٰ تکبیر پڑھتے ہوئے جائیں دن اور رات وہاں گذار کر ۹ ذالحجہ کو عرفات میں ظہر اور عصر کی نمازیں پڑھیں۔ سورج غروب ہونے تک وقوف عرفات کریں۔ مزدلفہ میں مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا کرنے کے بعد ۷۰ کنکریاں جمع کر لیں۔ فجر کی نماز کے بعد وقوف مزدلفہ کر کے منیٰ پہنچیں تلبیہ بند کر کے بڑے شیطان کو سات کنکریاں ماریں۔ قربانی کے بعد بال منڈوا دیں یا ترشوا دیں۔ احرام کھول دیں سلے ہوئے لباس میں طواف زیارت کے بعد سعی کریں اور منیٰ واپس آ کر قیام کریں۔ گیارہ اور بارہ ذالحجہ کو زوال کے بعد اکیس کنکریاں تینوں شیطانوں کو ماریں اور مکہ معظمہ واپس آجائیں روانگی کے وقت طواف وداع کریں۔ حج سے پہلے یا بعد مسجد نبویؐ میں چالیس نمازیں پڑھنے اور روضۂ رسول پر درود کا سلام کا نذرانہ پیش کرنا بہت بڑی سعادت ہے۔

رہتے ہیں۔ جب اس نظریہ و مذہب کا دوسرے نظریہ یا مذہب سے مقابلہ ہوتا ہے تو اس میں تعصب پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے مذہب کو غالب کرنے اور دوسرے مذہب کو مغلوب کرنے کی انسان جدوجہد کرتا ہے۔ سیکولر حکومت کا حکمران طبقہ بھی انسان ہوتے ہیں اور وہ بھی کسی نہ کسی مذہب کے قائل ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ ریاست میں موجود دوسرے مذاہب پر اپنے مذہب کی برتری کو لاشعوری طور پر تسلیم کرتے ہیں اور جب بھی مقابلہ ہو جاتا ہے تو وہ ریاست کے زور پر اپنے مذہب کو دوسرے مذاہب پر ترجیح دیتے ہیں اور اپنے ہم مذہبوں کی تائید کرتے ہیں۔ آج دنیا میں جتنی بھی سیکولر حکومتیں موجود ہیں وہاں یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور مذہب کی بنا پر لڑائیاں ہو رہی ہیں۔ گستاخ سلمان رشدی کا معاملہ اس پر گواہ ہے' جو شخص اس کا انکار کرے تو وہ حقیقت کی دنیا میں نہیں رہتا۔ اس سے ہم یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ سیکولر حکومت میں اگر مذہب پر عمل کرنے کی آزادی ہو تو وہاں مذہبی تنازعات بھی ہوں گے اور ریاست میں سکون نہیں ہو گا۔ اگر حکومت مذہبی اعمال پر پابندی لگائے گی تو یہی کہنا پڑے گا کہ سیکولر حکومت بے دین بن کر اور مذہب کو بجبر ختم کر کے ہی پر سکون بنے گی۔ اگر وہ کسی ایک مذہب کو ترجیح دے گی تو سیکولر حکومت کے بجائے وہ مذہبی ریاست کہلائے گی۔

بعض حلقوں کی طرف سے یہ کوشش کی جا رہی ہے کہ پاکستان کو سیکولر حکومت بنایا جائے اور اس کا اسلامی تشخص ختم کر دیا جائے۔ پاکستان کیا ہے؟ کس طرح وجود میں آیا؟ اس کا نظریہ کیا ہے؟ اگر ان سوالات کا جواب تلاش کیا جائے تو پاکستان کو سیکولر بنانے کا خواب ادھورا رہ جائے۔ پاکستان کا نظریہ اور اس کی وجہ وجود یعنی اسلام و مسلمان ہونا اتنا ظاہر و روشن ہے کہ اس سے کسی کو انکار ہو ہی نہیں سکتا۔ ہم مختصراً" نظریہ پاکستان اور بانی پاکستان قائد اعظمؒ کے عزائم و خیالات کے چند اقتباسات پیش کرتے ہیں۔

مسلم لیگ کے آخری اجلاس میں نواب بہادر یار جنگ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ "اگر پاکستان کا مطلب صرف ایک خطہ زمین کا حصول ہے تو اس کے لئے جان دینے کو میں حرام موت سمجھتا ہوں۔ لیکن اگر پاکستان کا مقصد قرآن و سنت کا نفاذ ہے تو اس کے حصول کی جدوجہد میں مرنا شہادت ہے اور میں خدا سے شہادت کا طلب گار ہوں"۔

نواب بہادر یار جنگ ترجمان مسلم لیگ نے اپنے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ "لیگ کے پلیٹ فارم سے اللہ نے میری زبان سے اعلان کرا دیا کہ "پاکستان کا دستور' الہی دستور اور وہاں کی حکومت قرآنی حکومت ہو گی" اور سب سے بڑھ کر قابل مسرت یہ کہ جب میں دوران تقریر اس مقام پر پہنچا تو قائد اعظم نے زور سے اور بڑے جوش سے میز پر مکہ مار کر فرمایا کہ "تم بالکل درست کہتے ہو"۔ اور میں نے فوراً" اعلان کر دیا کہ "قائد اعظم سے میرے قول کی تصدیق مل گئی"۔

پاکستان بننے کے بعد علماء کے ایک وفد نے مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی کی قیادت میں قائد اعظم سے ملاقات کی اور انہیں پاکستان کے دستور کے بارے میں ان کا کیا ہوا وعدہ یاد دلایا تو قائد اعظم نے فرمایا کہ "یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا۔ میں نے قوم سے کبھی دھوکہ نہیں کیا۔ آپ کی حکومت اسلامی حکومت ہے' اس کا دستور اسلام کے اصول پر نہ ہو گا تو اور کس اصول پر ہو گا؟ اور یہ انشاء اللہ جلد مکمل ہو کر آپ کے سامنے آجائے گا۔ مولانا شبیر احمد عثمانی اسمبلی کے اندر موجود ہیں ان کی رہنمائی میں کام ہو رہا ہے۔ چند ناگہانی مصائب کی وجہ سے دیر ہو گئی ہے۔ اب زیادہ دیر نہ ہو گی"۔ (تعمیر پاکستان اور علماء ربانی)

قائد اعظم نے ایک اور ملاقات میں علامہ شبیر احمد صاحب عثمانی اور ان کے رفقاء سے فرمایا کہ "میں پاکستان کے مقدمہ میں مسلمانوں کا وکیل تھا۔ اللہ تعالٰی نے ان کو اس مقدمہ میں کامیاب کیا۔ پاکستان ان کو مل گیا۔ اب میرا کام ختم ہوا۔ اب مسلمانوں کی اکثریت و جمہوریت کو اختیار حاصل ہے کہ جس طرح کا چاہے نام قائم کرے۔ اور چونکہ پاکستان میں غالب اکثریت مسلمانوں کی ہے تو اس کے سوا کوئی دوسری صورت ہو ہی نہیں سکتی کہ یہاں نظام اسلامی اور اسلامی ریاست قائم ہو"۔ (تعمیر پاکستان اور علماء ربانی)

قائد اعظم نے ۱۸ اکتوبر سنہ ۱۹۴۷ء کو ایک بیان دیا تھا جس میں فرمایا تھا کہ "اپنے لیے ایک مملکت قائم کرنا ہی ہمارا نصب العین نہیں تھا بلکہ یہ ذریعہ تھا نصب العین کے حصول کا۔ مقصد یہ تھا کہ ہم ایک ایسی مملکت کے مالک ہوں جہاں ہم اپنی اسلامی روایات اور تمدنی خصوصیات کے ساتھ ترقی کر سکیں"۔ (تعمیر پاکستان اور علماء ربانی)

مندرجہ بالا اقتباسات سے یہ ثابت ہوا کہ پاکستان کو اسلامی نظام کے نام سے حاصل کیا گیا۔ قائد اعظمؒ نے پاکستان بننے سے پہلے پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنے کا وعدہ کیا تھا اور یہ کوئی سیاسی وعدہ نہیں تھا بلکہ عزم تھا اور پاکستان بننے کے بعد بھی یہی عزم قائم رہا اور وہ اپنا وعدہ پورا کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ قائد اعظم کے دست راست اور پاکستان کے پہلے وزیر اعظم قائد ملت لیاقت علی خان نے صاف اور واضح الفاظ میں فرمایا کہ "ہمیں اور ہماری آنے والی نسلوں کو یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ہم پہلے مسلمان ہیں اس کے بعد پاکستانی ہیں۔ جس دن ہم یہ بات بھول جائیں گے اسی دن پاکستان کا خاتمہ ہو جائے گا"۔ (ہم پہلے مسلمان پھر پاکستانی ہیں۔ از قمر الدین خاں جنگ کراچی ۱۷ جولائی سنہ ۱۹۸۹ء)

دو قومی نظریہ جس کی بناء پر پاکستان وجود میں آیا تھا یہی سیکولر ازم کی بیخ کنی کر دیتا ہے۔ قائد اعظم نے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں ۸ مارچ سنہ ۱۹۴۴ء کو تقریر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ "مسلمانوں کی قومیت کی بنیاد کلمہ توحید ہے۔ وطن نہیں اور نہ ہی نسل"۔ آپ نے فرمایا "پاکستان کے مطالبے کا جذبہ محرک کیا تھا؟ مسلمانوں کے لیے ایک جداگانہ مملکت کی وجہ جواز کیا تھی؟ تقسیم ہند کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ اس کی وجہ نہ ہندوؤں کی تنگ نظری ہے نہ انگریز کی چال۔ یہ اسلام کا بنیادی مطالبہ تھا"۔ یہی وجہ ہے کہ جب صدر ایوب نے آمریت کے زور پر پاکستان کے نام سے لفظ اسلامی حذف کرنا چاہا اور اس کے لیے جناب قدرت اللہ شہاب کو حکم دیا تو انہوں نے ایک مختصر نوٹ لکھ کر صدر ایوب کے حوالے کیا۔ نوٹ یہ تھا کہ "پاکستان کو اسلام سے فرار ممکن نہیں۔ اس ملک کی تاریخ پرانی لیکن جغرافیہ نیا ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے درمیان ریڈ کلف لائن صرف اس وجہ سے کھینچی گئی تھی کہ ہم نے یہ خطہ ارض اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔ اب اگر پاکستان سے اسلام کا نام الگ کر دیا گیا تو حد بندی کی یہ لائن معدوم ہو جائے گی۔ ہم پاکستانی صرف اس وجہ سے بنے کہ ہم مسلمان تھے۔ اگر افغانستان' ایران' مصر' عراق' اور ترکی اسلام کو خیرباد کہہ دیں تو پھر بھی افغانی' ایرانی' مصری' عراقی' اور ترک ہی رہتے ہیں۔ لیکن ہم اسلام کے نام سے فرار حاصل کریں تو پاکستان کا اپنا الگ کوئی وجود قائم نہیں رہتا۔ اس لیے اسلام ہماری طبع نازک کو پسند خاطر ہو یا نہ ہو' اسلام ہماری طرز زندگی کو راس آئے یا نہ آئے' ذاتی طور پر ہم اسلام کی پابندی کرتے ہوں یا نہ کرتے ہوں' حقیقت بہرحال یہی ہے کہ اگر آخرت کے لیے نہیں تو اسی چند روزہ زندگی میں خود غرضی کے طور پر اپنے وطن کی سلامتی کے لیے ہمیں اسلام کا ڈھول اپنے گلے میں ڈال کر بر سر عام ڈنکے کی چوٹ بجانا ہی پڑے گا خواہ اس کی دھمک ہمارے حسن سماعت پر کتنی ہی گراں کیوں نہ گذرے۔ جمہوریہ پاکستان کے ساتھ اسلامک کا لفظ لگانے سے اگر کسی کا ذہن قرون وسطی کی طرف جاتا ہے تو جانے دیں۔ دوسروں کی جہالت کی وجہ سے اپنے آپ کو احساس کمتری میں مبتلا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے"۔ صدر ایوب نے جب یہ نوٹ پڑھا تو کہنے لگے کہ "جی ہاں! آپ کی بات ٹھیک ہے"۔ بعد میں جو لوگ صدر صاحب کو سیکولر حکومت کا مشورہ دیتے تھے تو وہ جواب دیتے تھے کہ "پاکستان کا اسلام سے کوئی مفر نہیں ہے"۔ (پاکستان کے لیے اسلام سے فرار ممکن نہیں۔ از پروفیسر حسنین کاظمی جنگ کراچی ۲۸ جون سنہ ۱۹۸۹ء)۔

ان تصریحات و تنبیہات کے باوجود بھی کوئی شخص اپنی ضد پر جما رہے اور اسلامی نظریہ کی مخالفت کرے' بانی پاکستان کے کلام میں سے سیکولر ازم کے لیے دلیل ڈھونڈ کر لائے' تو ہم یہی کہیں گے کہ پاکستان کے لیے سیکولر ازم مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ پاکستان کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں کی ہے غیر مسلم بہت قلیل تعداد میں ہیں۔ مسلمانوں کو اسلام کا یہ حکم بار بار خبردار کر رہا ہے کہ تم اسلامی شرائط کے مطابق اپنا امیر مقرر کرو اور ریاست و اجتماعی امور سے متعلق اسلامی احکام نافذ کرو۔ اگر تم نے پہلے یہ مطالبہ نہیں کیا تھا تو اب مطالبہ کرو' تعمیر پاکستان کے وقت جان و مال کی جو قربانی دی تھی' اسی طرح اب پھر قربانی دو اور اسلام کا نام چار دانگ عالم میں روشن کرو۔ اگر کوئی شخص مسلمانوں کی اتنی بڑی جمعیت کو

ان کی مرضی و عقائد کے خلاف لیکر چلے گا تو ملک میں ترقی اور امن و امان کے بجائے قتل و غارت گری ہوگی اور خون کی ندیاں بہ جائیں گی۔ اسلام کی یہ فطرت ہے کہ اسے جتنا دبایا جائے اتنا ہی ابھرتا ہے۔ چودہ سو سال گذر گئے' اسلام کو مٹانے اور ختم کرنے کی بہت کوششیں کی گئیں لیکن اللہ کے فضل سے آج بھی اسلام اپنی صحیح تعلیمات کے ساتھ تحریفات سے پاک شکل میں موجود ہے اور اس کے نام لیوا اسلام کے لیے جان و مال کی قربانی دینے کے لیے تیار ہیں۔

آخر میں پھر ہم کہتے ہیں کہ علماء و جمہور کی طرف سے سیکولر ازم کی مخالفت بصیرت و علم کے ساتھ ہے ہاں کچھ لوگ اسلامی احکام سے لاعلمی اور بھول پن کی بناء پر اس کی موافقت کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ "اور جو بھی اسلام کے علاوہ کسی اور دین (نظریہ) کو چاہے گا تو اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹا پانے والوں میں سے ہے" (آل عمران)۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ ایمان کو ہمارے لیے محبوب بنادے اور اسے ہمارے دلوں میں سجادے اور کفر' فسق و نافرمانی کو ہمارے لیے ناگوار کردے اور ہمیں سمجھ دار لوگوں میں سے بنادے رسوا کیے اور فتنہ و آزمائش میں ڈالے بغیر ہمیں اسلام کی حالت میں موت دے۔ (آمین)

بقیہ مفکر احرار چوہدری افضل حق

میانی صاحب میں ہزاروں اشکبار آنکھوں نے اسے سپرد خاک کیا۔

زندہ قومیں اپنے اکابر اور قومی محسنوں کو ہمیشہ یاد رکھتی ہیں اور اسی سے ان کا قومی تشخص اجاگر ہوتا ہے۔ ہمارے ہر مکتب فکر کے سیاسی رہنماؤں' مذہبی اور دینی زعماء' ادیبوں اور شاعروں کو بالخصوص اور قوم کو بالعموم چوہدری افضل حق جیسے عظیم قومی رہنما اور بے مثال ادیب کو نہ صرف یاد رکھنا چاہئے بلکہ ان کے ذکر فکر کو آگے بڑھانا چاہئے۔

ڈھونڈو گے ہمیں ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
تعبیر ہے جس کی حسرت و غم اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم

باعث سکون دل حاصل نشان جاں
انؐ کا نام نامی ہے' انؐ کی ذات والا ہے
اس کو دین و دنیا کی ہر خوشی میسر ہے
جس نے عشق احمدؐ کو اپنے دل میں پالا ہے

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی مدظلہ العالی کی تصنیف
آپ کے مسائل اور ان کا حل
کی پانچویں جلد چھپ گئی ہے جو
نکاح و طلاق کے مسائل پر مشتمل ہے
تاجروں اور طلبہ کے لئے خصوصی رعایت
قیمت : ۱۵۰ روپے
(وی پی ہرگز نہیں ہوگی)
اپنے قریبی بک اسٹال سے طلب فرمائیں یا براہ راست ہم سے منگوائیں
اسٹاکسٹ ۔۔ عبداللطیف
جامع مسجد باب الرحمت پرانی نمائش
ایم اے جناح روڈ۔ کراچی ۷۴۴۰۰

خوشخبری : لادینیت' کفر اور جہالت کے قدیم و جدید اندھیروں کے خلاف چراغ ہدایت
"مکتبہ لدھیانوی" کا قیام
حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی دامت برکاتہم کے عام فہم اصلاحی خطبات کی اشاعت سے آغاز
آپ کے مسائل اور ان کا حل اور دیگر تصانیف
محمد عتیق الرحمان۔ ناظم مکتبہ لدھیانوی جامع مسجد فلاح نصیر آباد فیڈرل بی ایریا بلاک ۱۴ کراچی ۳۸

حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایک شخص نے کہا۔

"یارسول اللہ ﷺ ایک شخص کسی نیک آدمی سے اس کے نیک اعمال کے باعث محبت رکھتا ہے مگر خود نیک اعمال ایسے نہیں کرتا جیسے اس نیک آدمی کے اعمال ہیں۔"

فرمایا۔

"کچھ مضائقہ نہیں۔ آدمی قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ محبت رکھتا ہے۔"

ولقد زینا السماء الدنیا بمصابیح
اور ہم نے آسمانوں کو زینت دی ستاروں سے
سُنارا جیولرز
آسمانوں کی زینت ستارے
خواتین کی زینت زیورات
صرافہ بازار میٹھادر کراچی نمبر ۲
فون نمبر : ۲۴۵۰۸۰

KHATME NUBUWWAT (AN INTERNATIONAL WEEKLY MAGAZINE) Registered No. M-160

دہشت گرد و تخریب کار کون؟

کیا حکومت اِن کو کیفرِ کردار تک پہنچائے گی

پاکستان میں تخریب کاری، دہشت گردی، قتل و اغوا کی منظم واردات پر پاکستان کا شہری سراسیمگی اور خوف و ہراس کا شکار ہے۔ افسردہ، خوف زدہ اور پریشان ہے۔ ہر شخص چیخ اٹھا ہے کہ اس میں اسرائیل، بھارت اور امریکہ کے ایجنٹ ملوث ہیں۔ ملک عزیز کو دشمن ناگفتہ بہ حالات سے محض اس لیے دوچار کر رہا ہے کہ یہ طاقتیں پاکستان کی افواج اور پُرامن ایٹمی پلانٹ کو تباہ کرنا چاہتی ہیں۔ آئیے دیکھیے! ان پاکستان دشمن طاقتوں کا پاکستان میں ایجنٹ کون ہے؟

اسرائیل اور مرزائی

(۱) اسرائیل میں مرزائی مشن قائم ہے۔ (بجٹ آمد و خرچ تحریک جدید ۶۳-۱۹۶۲ء صفحہ ۴۹) اور اسرائیلی فوج میں چھ سو قادیانی ملازم ہیں۔ ([illegible])

(۲) اسرائیل میں مرزائی مشن کے انچارج کا اسرائیل کے صدر سے رابطہ ہوتا ہے۔ (۱۳ جنوری ۱۹۸۶ء، نوائے وقت لاہور)

بھارت اور مرزائی

(۱) مرزائی جماعت کے سربراہ مرزا بشیر آنجہانی نے اعلان کیا کہ پاکستان و ہندوستان کی تقسیم عارضی ہے۔ ہم کوشش کریں گے کہ دوبارہ اکھنڈ ہندوستان بن جائے۔ (الفضل قادیان ۱۶ مئی ۱۹۴۷ء)

(۲) مرزائی جماعت کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر نے اعلان کیا ہے کہ پاکستان، بنگلہ دیش اور بھارت کی تقسیم غیر فطری ہے۔ اس تقسیم کو ختم کر کے ایک ہو جانا چاہیے۔

امریکہ اور مرزائی

(۱) امتناع قادیانیت آرڈیننس کو ختم کرانے کے لیے دباؤ اور امداد کی بندش و بحالی کو اس سے وابستہ کرنا۔

(۲) حالیہ فسادات و تخریب کاری اور دہشت گردی سے قبل ایک ماہ میں امریکی سفارت کار "ربوہ" میں تین بار آئے۔ مرزائی قیادت سے علیحدگی میں ملاقاتیں جن کی تفصیلات کا پاکستان کی ایجنسیوں کو بھی علم نہیں۔ (حالیہ اخبارات۔ جنگ، نوائے وقت لاہور)

جس طرح

دنیا بھر کے یہودی مسلمان اور مسلم حکومتوں کے خلاف منظم سازشوں میں مصروف کار ہیں۔ اسی طرح قادیانی جماعت "سیاسی پناہ" کے نام سے منظم طریقے سے اپنے افراد کو تخریب کاری و دہشت گردی کی تربیت کے لیے بیرون ملک بھجوا رہی ہے۔ ان تخریب کاروں کے کئے جانے کا یہ عمل مسلسل کئی سال سے جاری ہے۔

ان حالات میں

حکومت پاکستان اپنی ذمے داری کا احساس کرے، غیر ملکی ایجنٹ، سازشی گروہ پر مقدمہ چلائے اور قادیانی جماعت کو خلاف قانون قرار دے کر ان کے اثاثوں کو منجمد کرے۔

شعبۂ نشر و اشاعت: عالمی مجلس تحفظِ ختمِ نبوت (ملتان، پاکستان)